Tasfiyumlqlob
By Munshi Lal 1907 G.K.V.

تصفیۃ القلوب

یعنی

ہر ایک ذی حیات اور اُس کی فریاد

جسے

منشی لعل ایم اے - گورنمنٹ پنشنر لاہور نے

مسٹر رالف والڈو ٹرائن صاحب کی انگریزی کتاب

موسومہ ایوری لِونگ کریچر سے اردو میں ترجمہ کیا

سنہ ۱۹۰۷ء

[illegible] سٹیم پریس لاہور

دفعہ اول   تعداد جلد ۱۰۰۰   قیمت فی جلد ۶/

فہرست مضامین

مضمون	نمبر صفحہ
ابتدائی تعلیم و تربیت	۱
دل کی تربیت	۶
شکار کھیلنا	۱۰
زندہ جانوروں کا چیرنا پھاڑنا	۱۸
دُم کاٹنا	۲۰
مواشی کا اور ملکوں میں بھیجنا	۲۲
پوشاک اور وضع	۲۴
گوشت خوری	۳۲
شکار اور لڑائی	۵۷
مجرموں کے ساتھ برتاؤ	۶۲
حیوانات کے رہنے کی جگہ ۔ گوشالا وغیرہ	۷۱
غیر فانی روح	۸۰
دل اور روح کی تربیت	۸۴

ابتدائی تعلیم و تربیت

دیکھو جب ہم کُتّے پر پھینکنے کے لئے ایک پتھر اُٹھاتے ہیں - تو کتا فوراً بھاگ جاتا ہے - لیکن سُنا ہے - کہ جاپان میں اگر کسی کتے کی طرف پھینکنے کے لئے کوئی پتھر اُٹھایا جائے - تو وہ مطلق نہیں بھاگتا - اور بے خوف ہوکر وہیں کھڑا رہتا ہے - سبب کیا؟ کہ جاپان میں کبھی کتے کی طرف پتھر نہیں پھینکا گیا - اور یہی وجہ ہے - کہ وہاں پر کتا یہ نہیں سمجھتا - کہ پتھر کیوں اُٹھایا جاتا ہے؟ حیوانوں کے ساتھ اس طرح نرمی اور پیار سے پیش آنا اور ان کی پرورش کا خیال رکھنا اہل جاپان کی طبیعتوں کا خاصہ ہے - اور اسی لئے وہ اپنے ہم جنسوں سے بھی نہایت الفت و شفقت سے پیش آتے ہیں - اور ہر طرح باہم دلداری

اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں - اور اس کا نتیجہ یہ ہے - کہ آبادی کے لحاظ سے ہر سال اور ملکوں کی نسبت جاپان میں جرائم بہت کم سرزد ہوتے ہیں +

ملک ہندوستان میں حیوانات کے ساتھ اور ملکوں کی نسبت بڑا اچھا سلوک کیا جاتا ہے - مثلاً انگلستان میں تقریباً دو کروڑ کی آبادی ہے اور ہندوستان میں تقریباً تیس کروڑ کی آبادی ہے - لیکن ہندوستان میں انگلستان کی نسبت ہر سال صرف چوتھائی جرائم وقوع میں آتے ہیں - اس حساب سے ہندوستان کی نسبت انگلستان کے جرائم کی تعداد ساٹھ گنی ہوئی اور امریکہ کے اضلاع متحدہ میں ان کی تعداد اور بھی زیادہ ہے - فی الواقع یہ امور نہایت ہی ضروری اور غور طلب ہیں - ہمیں لازم ہے - کہ ان کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کریں - اور مناسب طور پر ان کی قدر کریں +

ہم پر فرض ہے - کہ شروع ہی سے ہر فرد بشر کے دل و دماغ میں رحمدلی اور انسانیت کے خیالات پیدا کریں - دیکھو بعض مائیں شروع ہی سے اور ناوانستہ طور پر اپنے بچوں کو لاپروائی سکھاتی ہیں جس کا نتیجہ آخر میں یہ ہوتا ہے - کہ وہ بچے بیرحم ہو جاتے ہیں - اور مختلف جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں - مثلاً ماں بچے کو ایک لکڑی کے گھوڑے پر سوار کراتی ہے - اور اس کے ہاتھ میں چابک دے کر یہ کہتی ہے - "اس بوڑھے گھوڑے کے خوب چابک لگاؤ -

اور اسے چلاؤ"۔ اس ابتدائی سبق کا یہ نتیجہ ہوتا ہے ۔کہ جب بچہ ایک اصلی گھوڑے والی گاڑی میں بیٹھا ہو ۔اور اُس کے ہاتھ میں چابک ہو۔تو وہ فوراً گھوڑے کے چابک لگانے کا مشتاق رہتا ہے ۔بعض اوقات بچہ ایک کرسی سے ٹکر کھاکر گر پڑتا ہے ۔ اور چوٹ لگنے کے سبب رونے لگتا ہے۔ تو اس کی ماں بچے کو بہلانے کے لئے اور اس چوٹ سے اُس کی توجہ ہٹانے کے لئے اکثر بے سوچے سمجھے یہ کہ اُٹھتی ہے "آہ! اس کمبخت کرسی نے میرے پیارے ننھے سے بچے کو مارا ۔ جا تُو۔اس کرسی کے خوب زور سے لات مار"۔ اور یہ نہیں سوچتی ۔کہ اس کا انجام کیا ہوگا ۔پھر جب کبھی بچہ کُتّے کے اوپر گرتا ہے۔تو وہی بچہ اب کُتّے کے لات مارتا ہے ۔اور بعد میں جب اسی قسم کی کوئی بات کسی اور چھوٹے سے بچے کے ساتھ کھیلتے ہوئے پیش آتی ہے ۔تو وہ بچہ اس اپنے کھیل کے ساتھی سے بھی ویسا ہی سلوک کرتا ہے ۔پھر بڑا ہو کر وہ اپنے برابر والوں اور بڑوں کے ساتھ بھی اسی طرح پیش آتا ہے ۔اور اُس میں انتقام لینے کی عادت مستحکم ہو جاتی ہے +

یہ تو ایک لاپرواہ اور خود غرض ماں کا بیان ہُوا۔ اب ہم ذرا اُس ماں کا ذکر کرتے ہیں ۔جو ہمیشہ ہر ایک بات کا خیال رکھتی ہے ۔اور اپنے بچے کی اثر پذیر لوح دل پر شروع ہی سے نیک خیالات

منقّش کرنا چاہتی ہے - کیونکہ وہ تربیت پذیری کے قانون سے واقف ہے - اور اس بات کو بخوبی سمجھتی ہے - کہ شروع سے بچے کی طبیعت کو جس طرح چاہیں سانچے میں ڈھال سکتے ہیں - اور حسب دلخواہ اس کی تربیت کر سکتے ہیں - فرض کرو کہ بچہ کرسی سے ٹھوکر کھاکر گر پڑتا ہے - ماں پہلے جہاں بچے کے چوٹ لگی تھی - اُس پر ہاتھ پھیرتی ہے - پھونک مارتی ہے - پھر بچے کو پچکارتی ہے - تاکہ اس کا غصّہ اور ڈر جاتا رہے - اس کے آنسو پونچھتی ہے - اور پھر یہ کہتی ہے - ”دیکھو - میرے پیارے بچے کہیں کرسی کے تو چوٹ نہیں آئی - جاؤ - کرسی میرے پاس اُٹھا لاؤ - پھر میں اُس کو بھی پچکار کر اس کی چوٹ اچھی کر دونگی“ - چنانچہ وہ کرسی کو ماں کے پاس لاتا ہے - اور ماں کرسی کو بھی تھپکتی ہے - اور چمکارتی ہے - اور بچہ ایسا راضی ہو جاتا ہے - کہ گویا چوٹ لگی بھی نہیں تھی - بعد میں جب بچّہ کتّے سے ٹکّر کھاتا ہے - اور ماں اُس کی چوٹ کو تھپک کر اچھا کر دیتی ہے - تو وہی بچہ اپنی لٹ پٹی چال سے کتے کے پاس جاتا ہے - اور اس کو پچکارتا ہے - اور دلاسا دیتا ہے - اور پھر جب بچہ اپنے کسی کھیل کے ساتھی سے ٹکر کھاکر گر پڑتا ہے - اور اُس کی ماں اُسے پیار کرتی اور تسلی دیتی ہے - تب وہ اپنے ساتھی سے ہمدردی کرنے لگتا ہے - اور اس

کو اپنی ماں کے پاس لاتا ہے - کہ وہ اُسے بھی پچکارے اور تسلی دے - بعد میں وہی بچہ بڑا ہوکر اپنے ہم جنسوں کے ساتھ بڑی ہمدردی اور شفقت سے برتاؤ کرتا ہے - اور اس قسم کی تعلیم و تربیت کا اثر اُس کی لوح دل پر عمر بھر کے لیے نقش پذیر ہو جاتا ہے - اسی قسم کے اور بہت سے واقعات جو روزمرّہ ماں اور بچے کے درمیان ظہور پاتے ہیں - بیان کئے جا سکتے ہیں +

علاوہ بریں جب بچہ پیدا ہونے سے پہلے اپنی ماں کے شکم میں ہوتا ہے - اس حالت میں بھی بچے کی زندگی پر اُس کی ماں کی حرکات و سکنات اور اُس کے ذہنی خیالات اور تاثّرات کا بہت کچھ اثر ہوتا ہے - اس لیئے لازم ہے - کہ حاملہ ماں کسی قسم کے غصّہ - نفرت - بغض - حسد یا بے رحمی کے خیالات کو ہرگز اپنے دل میں جگہ نہ دے - برعکس اس کے محبت - نرمی - رحمدلی اور شفقت کے خیالات کو اپنے دل میں قائم کرے - اس کا نتیجہ یہ ہوگا - کہ پیدا ہونے کے بعد بچے کے دل پر ان نیک خیالات کا بہت عمدہ اثر ہوگا - اور یہ عمدہ اثر اُس کی بیرونی حرکات اور افعال میں بھی نمایاں ہوگا بجائے اس کے کہ وہ بُرے خیالات کو اپنے دل میں آنے دیتی جن کا بُرا اثر بچے کی خُو بُو میں ظاہر ہوتا +

دل کی تربیت

یہ ایک مسلمہ امر ہے - کہ عقلی تربیت ہی کافی نہیں ہے - اس میں ذرا بھی کلام نہیں - کہ جب تک دماغی یا عقلی تعلیم کے ساتھ تزئین قلب نہ ہو - تو نری عقلی تعلیم سے بدی کرنے کی طاقت بڑھتی ہے - اور تزئین قلب یا تربیت دل سے جبکہ عقلی تعلیم بھی اس کے ساتھ ساتھ ہو - نیکی کرنے کی طاقت ترقی پاتی ہے - اور فی الحقیقت اصلی تعلیم یہی ہے - سچ کہا ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

یہ تو ظاہر ہے - کہ ہمیں تعلیم و تربیت کا کام بچپن سے شروع کرنا چاہیئے - بچپن یا چھٹپن کے سبق عمر بھر تک یاد رہتے ہیں - اور ہم ان کو کبھی نہیں بھولتے - دیکھو کمہار بھی مٹّی کو اسی وقت چاک پر چڑھا کر طرح طرح کی صورتیں دیتا ہے - جبکہ وہ نرم ہوتی ہے - اگر تھوڑی دیر اُسے اور پڑا رہنے دے - تو وہ سخت ہونے لگتی ہے - اور کمہار اُس سے کچھ کام نہیں لے سکتا - یہی حال بچّے کا ہے - اگر نیک چلنی کے ابتدائی اصول بچپن ہی سے بچّے کے ذہن نشین کر دئے جائیں - اور اس کے دل میں قائم کر دئے

جائیں - تو یہ اصول جڑ پکڑ جاتے ہیں - اور نشو و نما پاتے ہیں - اور جب بچہ سن بلوغ کو پہنچکر عالم شباب میں آتا ہے - اور مرد بن جاتا ہے - تو یہی اصول اُس کے ذہن میں متمکّن ہو جاتے ہیں - اور اس کی زندگی کا دستور العمل بن جاتے ہیں - کوئی اور موجودہ طاقت اُن کو بدل نہیں سکتی - وہ عمر بھر اُس میں جاگزیں ہو جاتے ہیں - اور انہی اصولوں سے اُس کی آئندہ قسمت کا تصفیہ ہوتا ہے - کہ یہ شخص نیک ہو کر اعلےٰ رتبے کو پہنچیگا - یا بدی میں پھنس کر جہنّم واصل ہوگا - بس یہ بہت ہی ضروری ہے - کہ یہ ابتدائی اصول جو بچے کے دل میں قائم کئے جائیں - شرافت - مہربانی - رحم - محبت اور انسانیت کے سبق ہوں - نہ کہ نفرت - بغض - خود غرضی اور کینہ کے - پہلی قسم کے سبق سکھانے سے ہمارے شہر کے باشندے عزّت و توقیر کے لائق ہونگے - ملکی قوانین پر عمل کرینگے - اور قاعدوں کے پابند رہینگے - اور دوسری قسم کے سبق دینے سے وہ قوانین کے خلاف چلینگے - اور مجرم بنینگے - جس قسم کی تربیت تم بچوں کو اس وقت دوگے - اُسی تربیت پر تمہاری آئندہ نسل کی خصائل کا انحصار ہوگا +

جو جرائم کہ کسی شخص کے خلاف کئے جاتے ہیں - یعنی قتل مار پیٹ وغیرہ - انسانی جذبے یا شہوات نفسانی ہی اکثر اُن کے ارتکاب کا باعث ہوتے ہیں - اور

بہت سے جرائم جو جائداد کے بارے میں سرزد ہوتے ہیں۔ اُن کا بھی اکثر یہی باعث ہیں۔ پس لازم آیا۔ کہ بچے کو اپنے جذبوں کو قابو میں رکھنے کی تعلیم دی جائے۔ یہ امر بہت ہی ضروری ہے۔ کہ بچّے کو شروع ہی سے مہربان۔ نرم اور رحم دل ہونا سکھایا جائے۔ اور اُس میں محبّت۔ شفقت۔ رحم اور پیار کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس سے بہتر اور زیادہ معقول اور مناسب طریقہ اور کوئی نظر نہیں آتا۔ کہ اُس کو خداوند تعالےٰ کی ادنےٰ مخلوق یعنی جیوانات پر رحم کرنے اور مہربان ہونے کی تلقین کی جائے۔ اگر بچوں کو اس طرح کی تعلیم و تربیت دی جائے۔ تو ان کے دلوں میں ایسے اصول منقش ہو جائینگے۔ کہ وہ صرف ادنےٰ جیوانات ہی پر رحم اور شفقت نہیں ظاہر کرینگے۔ بلکہ بڑے ہو کر اپنے ہمجنسوں سے بھی اسی طرح پیش آئینگے۔ بچوں کو یہ سکھاؤ کہ ادنےٰ جیوانات بھی اُن کی طرح خدا کی مخلوق ہیں۔ جن کو ربّ العالمین اور خالق حقیقی نے خاص خاص مطلب کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے یا پیدا کیا ہے۔ اور اسلئے اُن کو بھی اپنی جان کی حفاظت کا وہی حق حاصل ہے۔ جو اوروں کو ہے۔ بچوں کو وہ اصول سکھاؤ۔ جس کو تمام عالی ہمت اور بلند خیال لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ جو شخص اپنے تئیں طاقت میں برتر سمجھ کر

صرف اسی وجہ سے زبردست ۔ بے پناہ اور ادنےٰ مخلوق پر ظلم کرتا ہے ۔ اور ان کو ایذا پہنچاتا ہے ۔ وہ ضرور طبیعت کا کمینہ ذلیل اور بزدل ہے ۔ اور کسی شخص کی اصلی بہادری اور اعلےٰ شرافت کا اس سے بہتر اور کوئی معیار نہیں ۔ کہ وہ ادنےٰ جیوانات کے ساتھ عمدہ سلوک کرے +

رحمدلی اور انسانیت کی معقول تعلیم سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں ۔ ان کا قلمبند کرنا اور ان کی فضیلت کا اظہار کرنا احاطہ امکان سے باہر ہے ۔ جس بچے کو رحمدلی اور انسانیت کی تربیت نہیں ہوئی ہے ۔ اور جس بچے کے یہ بات بخوبی ذہن نشین نہیں کی گئی ہے ۔ کہ جیوانات بھی اس پر یہ حق رکھتے ہیں ۔ کہ وہ اُن کی حفاظت کرے اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے ۔ وہ بچہ بڑا ہو کر جیوانات سے بے پروائی ظاہر کریگا ۔ اور ان کے ساتھ بیرحمی سے پیش آئیگا ۔ اور جب وہ جیوانات پر بیرحم ہے ۔ تو اس کی ایسی ہی طبیعت جس کو مہربانی اور رحم سے مس نہیں ہے ۔ اس بات پر آمادہ کریگی ۔ کہ وہ اپنے کُنبے کے لوگوں اور ہمجنسوں سے بھی بیرحمی ظاہر کرے ۔ برعکس اس کے جس بچے کے یہ ذہن نشین کر دیا گیا ہے ۔ کہ خداوند تعالےٰ کی ادنےٰ مخلوق کے حقوق بھی اُس پر ہیں ۔ اور جس کے دل میں مہربانی اور رحم کے سبق منقش کر دئے گئے ہیں ۔ تو وہ

بچہ بڑا ہو کر اس عمدہ تعلیم و تلقین کے باعث فراخ دل - اُلوالعزم - نرم طبیعت - شیریں مزاج اور عالی ہمت شخص ہوگا - بچوں کو یہ سکھاؤ کہ وہ بے زبان حیوانات پر رحم کریں - کیونکہ یہ حیوانات زیر دست ہو کر ہمارے ہی بس میں ہیں - ہم ان کو چاہے ماریں چاہے چھوڑیں - یہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتے - یہ اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے اور اپنی کمزوری - دکھ - درد یا مصیبت خود بیان نہیں کر سکتے - اور اس قسم کی تعلیم سے بچے اس اعلےٰ تر قانون کو بخوبی تسلیم کرینگے - کہ انسان پر بحیثیت اشرف المخلوقات ہونے کے یہ فرض ہے - کہ کمزوروں اور بیکسوں کی حفاظت اور پرورش کرے - یہی نہیں - بلکہ اس سے بچے اس اعلےٰ ترین قانون کو سمجھینگے اور اس پر عمل کرینگے - کہ انسان کا انسان کے لئے کیا فرض ہے - یا یہ کہ انسانوں کے باہمی فرائض کیا کیا ہیں +

شکار کھیلنا

میں یقین کرتا ہوں - کہ ہر ایک فرد بشر کی اوائل عمر میں اُس کو رحم انگیز اور محبت آمیز خیالات کی تلقین کرنے کے نتائج اس قدر بڑے ہیں - کہ میں حتے المقدور اپنے مندرجہ ذیل اشارات اور کنایات کو خاص خاص مثالیں لیکر بیان کرنے کی کوشش کرونگا -

کیونکہ مجرمانہ یا رحیمانہ تربیت مختلف طرح کی ہو سکتی ہے۔
اور ہمیشہ مختلف طرح پر دی جاتی ہے*

اوّل مَیں والد کی حیثیت میں ہو کر بچے کو یہ سکھاؤنگا۔
کہ صرف خوش طبعی کے لئے شکار کرنا بڑی بے پرواہی۔
خود غرضی۔ سنگدلی اور بیرحمی کی بات ہے۔ یہ گویا ایک
قسم کا گناہ بے لذّت ہے۔ مَیں اُس کے ہاتھ میں کسی
قسم کے اوزار ہتھیار یا ہوائی بندوق نہ دونگا۔ جن
کے ذریعے وہ پرندوں یا اَور جانوروں کو عذاب دے سکے
یا ایذا پہنچا سکے یا اُن کو جان سے مار ڈالے۔ پرندوں
کو دکھ دینے یا مار ڈالنے کی بجائے مَیں اُسے یہ جتاؤنگا۔
کہ پرندے ہمیشہ ہماری بڑی خدمت کرتے رہتے ہیں۔
مثلاً یہ پرندے مختلف کیڑوں مکوڑوں اور چھوٹے چھوٹے
کترنے والے یا چبانے والے جانوروں چوہے چھپا وغیرہ
کو غارت کر دیتے ہیں اور اگر یہ جانور غارت نہ کئے
جاتے۔ تو یہ اس قدر کثرت سے پھیل جاتے کہ در اصل
تمام پھلوں اور پودوں کا ستیا ناس کر دیتے۔ اور کل
نباتی زندگی کو تباہ کر دیتے۔ مَیں اُسے یاد دلاؤنگا۔ کہ دیکھو
پرندے کیسے خوش الحان ہوتے ہیں۔ کہ اُن کے راگ
سے بہت سے شخصوں کو تازگی فرحت اور خوشی حاصل
ہوتی ہے۔ مَیں اس کی توجہ اُن کی عادات کی طرف
دلاؤنگا اور تشریح و توضیح کے ساتھ اُسے یہ بتاؤنگا۔
کہ پرندے بڑے محنتی ہوتے ہیں۔ اُن میں مختلف
چیزوں سے کام لیکر اُن کی ایک موزون شکل بنانے

کی کیسی عجیب و غریب طاقت ہوتی ہے - اور اُن میں کس قدر پرکھ یا شناخت اور استقلال ہوتا ہے - پس ان باتوں کے ذریعے میں اُسے یہ تلقین کرونگا - کہ اُسے پرندوں سے پیار کرنا - ان کی عادات کا بہ غور معائنہ اور مطالعہ کرتے رہنا - ان کی خبرگیری رکھنا اور ان کو غذا پہنچانا یعنی کھانا کھلانا پانی پلانا لازم ہے +

خوش طبعی یا دل بہلانے کے لئے شکار کرنے میں دو باتیں پائی جاتی ہیں - یا تو طبیعت میں ایک ایسی لا پرواہی جو کسی حالت میں قابل عفو نہیں ہے - یا ایک قسم کی قابل افسوس اور رقّت انگیز خود غرضی جو ایک سمجھ دار اور ہوشمند انسان کے لئے بالکل نازیبا ہے - جو شخص در اصل دور اندیش اور غور و فکر کرنے والا ہے - خواہ مرد ہو خواہ عورت - وہ ہرگز ایسے کام میں شریک نہ ہوگا - خواہ ایک عورت سوسائٹی میں مشہور ہو - خواہ وہ کسی مشہور و معروف شخص کی بیوی ہو - جب ہم اُس کی نسبت یہ ذکر پڑھتے ہیں - کہ وہ اپنی خود غرضانہ اور وحشیانہ خواہشوں کے سیر کرنے کے لئے یا اخباروں میں اپنی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہرن لومڑی یا اَور کسی جانور کا شکار کرتی ہے - یا اس قسم کے شکار میں شریک ہوتی ہے - تو ہم اسی سے اُس عورت کا اصلی چال چلن بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور زیادہ تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں +

چند ہی روز ہوئے کہ میں نے نئی انگلینڈ کے
کسی ایک شہر میں ایک پادری صاحب کو دیکھا۔ کہ
اُنہوں نے اخباروں میں شکار پر ایک مضمون دیا تھا۔
اور اُس میں یہ لکھا تھا۔ کہ شکار اس کے ہم پیشہ
لوگوں کے لئے ایک نہایت ہی عمدہ دل بہلاو اور تفریح
طبع کا ذریعہ ہے۔ اور ان کو تاکید کی کہ وہ ضرور اس
کام کو کریں۔ جیسا کہ اُس نے خود یہ کام اختیار کر لیا
ہے۔ سوچو اس کے کیا معنی ہیں۔ افسوس ہے۔ ایسے
شخص پر جو حضرت مسیح کا پیرو ہے۔ اور اُس کی
رحیمانہ اور کریمانہ تعلیم کے لب لباب کو بالکل نہیں
سمجھا۔ اور وہ حلیم و سلیم بُدھ جی مہاراج کی شریفانہ
اور دردمندانہ تعلیم کو تو کہاں سمجھ سکتا تھا۔ گو وہ
کبھی کبھی تذکرۃً ممبر پر سے وعظ کرتے وقت بُدھ
کا بھی موقع بموقع حوالہ دے دیتا ہے! کیا ہم یہاں
پر یہ کہنے سے باز رہ سکتے ہیں۔ کہ یہ سراسر ناقابل
عذر لاپرواہی یا وحشیانہ اور قابل افسوس خود غرضی
ہے؟ اس کے متعلق میں ضرور آرچ ڈیکن فیرر
صاحب کی تصنیف سے ایک دو فقرے نقل کرتا ہوں۔
جو حال میں میری نظر سے گزرے ہیں +
"میں نے کئی بار سمندر کے کنارے ایک نہایت
درد انگیز اور نازیبا نظارہ دیکھا ہے۔ یہ نظارہ اب
تک میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے۔ کتنے ہی
معصوم اور بے ضرر بحری پرندے رہیت پر مرے

بگڑے ہیں - اُن کی شکل و صورت بگڑ گئی ہے - اور اُن کے سفید پر خون آلودہ ہیں - جبکہ وہ وہاں پر بسمل یا نیم بسمل کی حالت میں گرائے گئے تھے - گویا اُن کے تڑپنے اور قتل ہونے کو دیکھ کر ایک سنگدل اور بیرحم شخص کو ایک دن کی دل لگی حاصل ہوئی ہے - اسے دل لگی تو کیا بلکہ مکروہ اور ملعون دل لگی کہنا چاہیئے - صرف مار ڈالنے کی غرض سے ہلاک کرنا خواہ کسی کو ہلاک کیا جائے - یہ تمام مکروہ دل لگی یا ملعون تفریح طبع میں داخل ہے - کیا تم اپنے ذہن میں اس بات کا تصور باندھ سکتے ہو - کہ وہ شخص نہایت ہی نامعقول اور سخت دل ہوگا - اور رحم خوبصورتی اور خوشنمائی کی حس سے بالکل بے بہرہ ہوگا جو ان چمکیلے رنگیلے اور خوشنما جانوروں کو سمندر کی نیلگوں لہروں پر سورج کی روشنی میں اپنے سفید بے داغ اور مصفّا زرق برق کے پروں کے ذریعے اُڑتے ہوئے دیکھتا ہے اور پھر بھی ایک کشتی میں اپنے لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر سیر کرنے کے لئے اس غرض سے جاتا ہے - کہ ان کے لئے دل لگی پیدا کر کے اُن کو وحشی بننے کی تعلیم دے - اسے دل لگی تو کیا بلکہ سنگدلی کی دل لگی کہنا چاہیئے - جس میں خداوند تعالےٰ کے ان خوبصورت پرندوں کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا جاتا ہے - یا ان کو بیرحمی سے زخمی کیا جاتا ہے - اور اس طرح ان کو کہیں دور اڑا کر پھینکا جاتا ہے - کہ وہ تنہا

جگھوں میں پڑے رہکر تڑپ تڑپ مر جائیں"۔
مندرجۂ ذیل ایک اور پیراگراف ہے جو چند روز ہوئے میرے ایک رحمدل دوست نے میرے پاس بھیجا تھا:-
"ٹرزی نیف۔ایک مشہور روسی افسانہ نویس۔اپنی ہی زندگی کے حالات سے ایک نہایت ہی درد انگیز ماجرا بیان کرتا ہے۔اس ماجرے سے اس کے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوئے جن کے باعث اس کی تمام تصنیفات میں ہمدردی اور دلسوزی کی بُو ٹپکتی ہے+
"ابھی ٹرزی نیف کی عمر دس سال کی تھی۔کہ اس کا باپ اسے ایک دن پرندوں کا شکار کرنے کے لئے باہر لے گیا۔جب انہوں نے ایسی زمین پر قدم رکھا۔جہاں سے کہ اناج کٹ چکا تھا۔اور بھورے رنگ کے ڈنٹھل ہی ڈنٹھل نظر آتے تھے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں۔کہ سنہری رنگ کا تیتر یا دُرّاج کی قسم کا ایک پرندہ اُس لڑکے کے پاؤں کے پاس سے زمین پر سے پھڑپھڑاتا ہوا اوپر کی طرف اُڑا۔ اور اُس نے شکار کرنے کی خوشی کے جوش میں جو اس کے ہر رگ و ریشے میں بھری ہوئی تھی۔فوراً بندوق اٹھاکر چھوڑی۔اور جب وہ جانور پھڑپھڑ کرتا ہوا اس کے پاس آن پڑا۔تو وہ بہت ہی جوش میں آگیا۔اور اس ولولہ سے خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا۔اب جلدی جلدی اس کی جان نکل رہی تھی

لیکن چونکہ ماں کی محبّت موت سے بھی زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ اس لئے یہ پرندہ مرتا مرتا بھی اپنے پروں کو آہستہ آہستہ پھڑپھڑاتا ہُوا اُس گھونسلے میں جا پہنچا۔ جہاں اس کے چھوٹے چھوٹے بچّے جمع تھے۔ اور جن کو اس خوف و خطر کی مطلق خبر نہ تھی۔ اب اس جانور کا چھوٹا سا بھورے رنگ کا سر تو مردہ ہو کر گردن کی طرف جھک گیا اور یہ مردہ جسم ہی اُس کے بچوں کی حفاظت کرتا رہا۔ اس وقت بڑا درد انگیز نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ گویا وہ جانور ٹرزی نیف کی طرف مخاطب ہو کر اس سے سوال و جواب کرتا ہے اور اسے لعنت ملامت کرتا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر ٹرزی نیف کا دل ایک سکتہ کے عالم میں ہو گیا۔ اور یہ کہتا ہُوا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہائے میں نے کیسی خانہ بربادی کی ہے۔ اور ان بیچارے معصوم بچوں پر کیسی تباہی ڈالی ہے۔ اس وقت بیرحمی اور گناہ کے باعث جو رقت انگیز حالت ٹرزی نیف پر گزری ہے۔ اس کو وہ ہرگز مرتے دم تک نہیں بھولا +

"ٹرزی نیف نے خوف زدہ ہو کر باپ کی طرف دیکھا اور چلّا کر کہا۔ اے باپ! یہ میں نے کیا کیا؟ لیکن چونکہ یہ غمناک واقعہ اس کے باپ کی نظروں کے آگے نہیں گزرا تھا۔ اُس نے کہا۔ "شاباش لڑکے! یہ تم نے اوّل دفعہ گولی چلائی ہے اور خوب چلائی ہے۔

جلدی ہی تم ایک عمدہ شکاری بن جاؤگے" +

"اے باپ! ہرگز نہیں۔ میں پھر کبھی کسی زندہ مخلوق کو ہلاک نہیں کرونگا۔ اگر شکار یہی ہے۔ تو میں اس سے باز آیا۔ میرے نزدیک موت کی نسبت حیات زیادہ خوشنما ہے۔ اور میں مرنے سے جینے کو زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ اور چونکہ میں جان نہیں ڈال سکتا۔ اس لیے میں کسی کی جان لینا بھی نہیں چاہتا" +

پس میں بچے کے ہاتھ میں ایک بندوق یا اور کوئی ہتھیار نہیں دونگا۔ جس کے ذریعے وہ کسی ایک جانور کو بھی اس کی ٹانگ توڑ کر لنگڑا کر سکے یا اُسے ایذا پہنچا سکے یا اُس کی جان لے سکے۔ برخلاف اس کے میں اُسے فیلڈ گلاس (سفری دوربین) اور کیمرا (عکس لینے کی تختی) دونگا اور اُسے باہر میدانوں میں سیر کرنے کے لیے اس غرض سے بھیجونگا۔ کہ وہ حیوانوں کا دوست بنے۔ اُن کے خواص اور عادات کا بغور مشاہدہ کرے۔ اور ان کا خوش کے ساتھ مطالعہ کرے۔ اُن سے جو عجیب و غریب سبق سیکھے جا سکتے ہیں۔ سیکھے۔ اور اس طرح پر ان کی تعریف کرنے۔ اُن سے محبت کرنے اور اُن کی خبرگیری رکھنے کے لیے عالی حوصلگی سے اپنی طبیعت کو مائل کرے۔ اور اس وجہ سے در اصل اعلےٰ درجے کا انسان بنے۔ اور اشرف المخلوقات اور ملک الانسان میں شمار ہو۔

نہ کہ بے پرواہ ۔ بیرحم اور وحشی درجے کا انسان بنکر جانوروں کے زمرے میں شمار ہو *

زندہ جانوروں کا چیرنا پھاڑنا

شکار کے علاوہ اب ہم ایک اور رواج پر غور کرتے ہیں ۔ جس سے ہماری طبیعتیں سخت ہو جاتی ہیں ۔ یہ رواج بچے اور بڑے بڑے طالب علم کرتے اور دیکھتے رہتے ہیں ۔ میری مراد اس رواج سے ہے جس کو انگریزی میں وِوی سیکشن کہتے ہیں ۔ یعنی علمی تحقیقات کے لیئے زندہ جانوروں کا کاٹنا ۔ مارنا ۔ جلانا ۔ چیرنا ۔ پھاڑنا اور ان کو طرح طرح کے عذاب دینا یا ایذا پہنچانا ۔ اس معاملے میں بخوبی غور و خوض کرنے کے بعد اور دنیا میں جو بڑے بڑے لائق و فائق ڈاکٹر اور جرّاح ہو چکے ہیں اور موجود ہیں ۔ اُن کی بھی رائے لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس ذریعے سے کوئی ایسی قیمتی اور کار آمد بات حاصل نہیں ہوئی ہے ۔ جو اس چیر پھاڑ کے بنا اور کسی طریقے سے معلوم نہ ہو سکتی تھی ۔ علاوہ بریں جو لوگ اس چیر پھاڑ کے طریقے کو برتتے ہیں ۔ اُن کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور ان کی طبیعتیں بیرحمی اور ظلم کی طرف مائل ہو جاتی ہیں ۔ اس نقصان کے بیان کرنے کی تو حاجت ہی نہیں *

میری رائے پوچھو - تو میں ہرگز ہرگز اپنے کسی بچے کو جس مدرسے میں اس قسم کی تعلیم ہوتی ہے - وہاں پر جانے رہنے یا داخل ہونے کی اجازت نہ دونگا - ماسوائے اس کے جب کبھی مجھے موقع ملیگا - اور جہاں تک میرا قابو چلیگا - میں زور شور سے اپنی رائے اس قسم کی چیر پھاڑ کے خلاف ظاہر کرونگا - اور اسے بند کرانے کی کوشش کرونگا - میں اپنے بچوں کو وہ بڑی حقیقت سکھاؤنگا - جس کا آج کل کل دنیا میں بہت کچھ چرچا ہو رہا ہے - اور جس کو سب لوگ جلدی جلدی سیکھ رہے ہیں - یعنی یہ کہ نفس یا ذہن جسم کا طبعی محافظ ہے - گویا ہمارا جسم ذہن کے تابع ہے - اور ہمارے ذہن کی غالب حالتوں اور تاثرات کے مطابق ہمارا جسم برابر کام کرتا رہتا ہے - اور ان اندرونی خیالات کا اظہار بیرونی نتائج میں دکھاتا رہتا ہے - میں اپنے بچوں کو یہ تعلیم دونگا کہ غصہ - نفرت - حسد - کینہ - انتقام لینے کی خواہش - خوف و پریشانی - شہوت اور بد اعتدالی کے زہریلے اور تکلیف دہ نتائج کے ذریعے جسم کو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کرنا اور پھر کسی بے زبان مخلوق کو عذاب دیکر اُن بیماریوں کے علاج کرنے کا تدارک کرنا سراسر بزدلی ہے - اور عقلمندی سے بعید ہے +

دُم کاٹنا

اس کے بعد اسباق الاشیا کی طرح میں بچے کو یہ بتاؤنگا - کہ دُم کٹے گھوڑے کو دیکھ کر کیا ظاہر ہوتا ہے - اس سے مندرجہ ذیل دو باتوں میں سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے - اول انسان کی کمزوری اور اس وجہ سے رسم و رواج کی پابندی یعنی پُرانی لکیر پر فقیر ہونا - دوم جھوٹی نمود یا دکھاوے کے ذریعے لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے کی بیہودہ خواہش کرنا - اس لئے کہ گھوڑے کا مالک یا آقا اس بات کو جانتا ہے - کہ اُس میں کوئی ایسا وصف نہیں ہے جس سے لوگ اس کو دیکھیں - اور اس لئے بھی کہ اس میں دل کے وہ عمدہ اور اعلیٰ درجے کے تاثرات نہیں ہیں جن کی وجہ سے وہ بیرحمی اور عذاب کے کاموں سے باز رہتا اور جن کاموں سے کسی زندہ مخلوق کو آزار پہنچے - اُن سب سے دست بردار ہونا - میں بچے کو یہ جتاؤنگا کہ جب گھوڑے کی دُم کو کاٹتے ہیں اور جلاتے ہیں - اُس وقت اس کو کس قدر سخت دکھ اور تکلیف ہوتی ہے - اور یہ بھی جتاؤنگا - کہ اس وقت کی تکلیف اُس کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑی ہے جو بعد میں کی باقی زندگی میں اُس کو پہنچتی ہے +

گھوڑے کی کھال یا جلد بڑی نازک ہوتی ہے اور

اسلیئے اُس کو گرمی کے موسم میں مکھی - مچھر - ڈانس وغیرہ
جانوروں کے کاٹنے اور ڈسنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے -
اور اگر گھوڑے کے پاس یہ قدرتی ہتھیار یعنی دُم اُس
کے بچاؤ کے لیئے نہ ہو - تو اس کی زندگی دوبھر ہو جائے -
میں یہ بات بچّے کے ذہن نشین کرونگا - کہ یہ کیسی
سخت بیرحمی ہے - کہ اس سے گھوڑا عمر بھر کے لیئے
لنڈورا ہو جاتا ہے - اور یہ کیسی سخت بیوقوفی ہے -
کہ اس سے گھوڑے کی خوبصورتی ہمیشہ کے لیئے جاتی
رہتی ہے ٭

18

چند ایک اضلاع متحدہ میں یہ رواج قانوناً جرم
ٹھیرایا گیا ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے - اُس پر
جرمانہ اور قید دونو سزائیں ہوتی ہیں - لیکن پھر بھی
یہ احمقانہ - بے رحم اور قابل افسوس رواج کم و بیش
جاری ہی ہے - اور جب تک عوام الناس کی رائے
اس امر کے خلاف نہ ہو اور زور شور سے نہ ظاہر
کی جائے - تب تک یہ رواج قطعی طور پر بند نہ ہوگا -
جس شخص نے ایسا کیا ہے - اگر اس کو سخت گرمی
کے موسم میں صرف نصف یوم کے لیئے اس طرح
کھڑا کیا جائے - کہ اُس کی پیٹھ ننگی ہو - اور اُسے
مکھی - مچھر - ڈانس اور اور اسی قسم کے جانور خوب
کاٹیں - یہاں تک کہ وہ دیوانہ ہو جائے اور اُس کے
ہاتھ اس طرح باندھ دیئے جائیں - کہ وہ ان مکھیوں
مچھروں کو نہ ہٹا سکے - تب وہ شخص شاید کسی قدر

راہ راست پر آ جائے اور اپنی غلطی کو تسلیم کر لے +

دیکھو ایک نوجوان شخص نے ایک خوبصورت گھوڑے کی دُم کاٹی تھی اور پھر اُسے بگّی میں جوتا اور اُس میں وہ خود اور اُس کی بیوی سوار تھی ۔ گھوڑا مکھّی مچھّر وغیرہ کے کاٹنے سے تنگ ہو کر دیوانہ سا ہو گیا ۔ اور اپنے تئیں اُن کے ڈنکوں سے بچا بھی نہیں سکتا تھا ۔ اس لئے وہ گھوڑا بے تحاشا دوڑا ۔ اس پر وہ نوجوان اُس کے دکھ کا کچھ خیال نہ کر کے اس کی لگام کو زور سے کھینچنے لگا اور اس کے چابک مارنے لگا ۔ اس سے گھوڑا اور بھی زیادہ دیوانہ ہو گیا ۔ اور گاڑی کو سڑک کے کنارے ایک گڑھے میں پھینک اور بم کو توڑ تاڑ چلتا بنا ۔ نوجوان شخص تو گاڑی سے گرتے ہی مر گیا اور اُس کی بیوی کے اس قدر سخت چوٹ آئی کہ ہسپتال میں پڑی ہے اور مصیبت بھوگ رہی ہے ۔ گو ایسا کہنا نازیبا ہے ۔ لیکن کیا کیا جائے ۔ جیسا انہوں نے کیا اُس کا پھل پایا ۔ حقیقت میں قدرت کا قانون یہی ہے ۔ جو جیسا کریگا ویسا بھریگا +

مواشی کا اور ملکوں میں بھیجنا

اس کے بعد اشیا کے سبق کے طور پر میں بچّے کو جتاؤنگا کہ امریکہ میں بعض لوگ ایسے ہیں ۔ جو

ہر سال مویشیوں کو بھوکا مارتے ہیں۔کیونکہ میکسیکو کے مختلف گاؤں اور بیڑوں میں ہزارہا مویشی موسم سرما میں یا تو بھوکے مرتے ہیں یا سردی سے اکڑ کر مر جاتے ہیں۔جانوروں کے بیوپار کرنے والے جب اپنے ہاں مویشیوں کے لئے کافی چارہ نہیں دیکھتے۔تو اُن کو باہر بیڑوں میں چھوڑ دیتے ہیں اور پھر اُن کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔یہ تجویز اس لئے کی جاتی ہے۔کہ اس میں بیوپاریوں کا فائدہ ہے۔ان کے لئے یہ بہتر ہے۔کہ اُن کے چند مویشی اس طرح ہر موسم سرما میں ضائع ہو جائیں بجائے اس کے کہ وہ ان سب کو گھاس چارہ دیں۔اور ان کے رہنے کے لئے مکانوں کا انتظام کریں۔اس حالت میں اُن کو بہت زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔گزشتہ موسم سرما میں اس طرح سے ہزارہا مویشیوں کی جانیں تلف ہو گئیں۔میں یہ ثابت کرونگا کہ اس قسم کا شخص ویسا ہی مجرم ہے۔جیسا کہ وہ شخص مجرم ہے۔جو اپنے کچھ مویشیوں کو اپنے اصطبل یا کھیت میں رکھ کر بھوکا مارتا ہے۔میری رائے میں ان دونو قسم کے شخصوں کے لئے یکساں قیود اور سزائیں ہونی چاہئیں +

علاوہ اس کے جو لوگ بے پرواہی۔بےرحمی اور طمع کے باعث اپنے مویشی بھیڑ۔بکری اور گھوڑوں کو مغربی ملکوں سے مشرقی ملکوں میں یعنی امریکہ سے انگلستان وغیرہ ملکوں میں جہازوں پر سوار کرا کر بھیج دیتے

ہیں۔اور وہاں پہنچ کر ان جانوروں میں سے چوتھائی یا تہائی مر جاتے ہیں۔اور بعض اس قدر کمزور۔ضعیف اور نکمّے ہو جاتے ہیں کہ ان کو جہاز سے اُتارتے ہی مار ڈالتے ہیں۔ان کے کمزور اور نکمّے ہو جانے کا باعث یہی ہے۔کہ راستے میں ان کو کھلانے پلانے کی کچھ احتیاط نہیں رکھی جاتی اور اکثر تھوڑی سی جگہ میں بہت سے جانوروں کو گوُدڑ گانٹھے کی طرح بھر دیا جاتا ہے۔یہ بات بھی مَیں بخوبی بچّے کے ذہن نشین کرونگا اور سمجھاؤنگا کہ یہ سب کس قدر سخت بے رحمی ہے۔رحیم اور عادل گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ان امور کا بخوبی تدارک کرے +

پوشاک اور وضع

رحیمانہ اور دلسوزی کی تعلیم کا ایک اَور عمدہ موقع ہے۔اور یہ موقع خاصکر ہر ایک عورت کو حاصل ہے۔دیکھو یہ کیسا بے پرواہی اور بے رحمی کا رواج ہے۔کہ زیبائش یا خوبصورتی دکھانے کے لئے پرندوں کی کھالیں اور پر پہنتے ہیں۔اس تجارت کی کثیر تعداد کیسی ڈراؤنی اور ہیبت ناک معلوم ہوتی ہے۔پچھلے سال لندن میں ایک دن کے عرصے میں اور ایک ہی نیلام گھر سے چھ لاکھ پرندوں کی کھالیں فروخت ہوئیں۔اس قدر کثیر تعداد ایک شہر میں صرف ایک

گدام گھر کی اور ایک دن کی فروخت کو ظاہر کرتی ہے۔ پس بالمقابلہ کل فروخت کے جو ایک دن میں اُسی ایک شہر میں ہوتی ہے۔ اس کا یہ تعداد عشر عشیر بھی نہیں + جو لوگ اس قسم کی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔ وہ اس بکری کی بدولت مالا مال ہو گئے۔ اور انہوں نے روپیہ کمانے کی غرض سے عورتوں کے دلوں میں ایسی چیزیں خریدنے کا شوق پیدا کیا ہے اور یہی وجہ ہے۔ کہ ہر سال لاکھوں کروڑوں پرندے ہلاک ہوتے ہیں۔ اس قتل عام کے باعث پرندوں کی نسلوں کی نسلیں غارت ہو گئیں اور اور نسلیں بھی جلدی جلدی غارت ہوتی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ خوبصورت پرندہ جسے وائٹ ہیرن (بگلا) کہتے ہیں۔ اب فلوریڈا میں صرف اکّا دُکّا نظر آتا ہے جہاں چند برس بیشتر ایسے ہزارہا پرندے سیّاح کو دکھائی دیتے تھے۔ اس پر طرفہ یہ ہے۔ کہ اس پرندے کو مار ڈالکر اس کے پر ایسے موسم میں اُکھاڑتے ہیں۔ جبکہ اس کی پوشاک معمولی پوشاک کی نسبت کسی قدر زیادہ چمکدار اور زرق برق کی ہوتی ہے اور گویا ان دنوں میں اس کی شادی کا موسم ہوتا ہے اور قدرت اس کو شادی کی پوشاک پہناتی ہے +

اس موسم میں پرندے بے شتر دکھائی دیتے ہیں۔ اور بہت اصیل ہوتے ہیں۔ اکٹھے غول کے غول نظر آتے ہیں اور اپنے بچّوں کی پرورش کرتے ہیں۔ بعض

اوقات دلدلی زمین کے اونچے اونچے درختوں میں بسیرا کرنے کے لئے سینکڑوں پرندے ملکر پاس پاس آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں - پس صیّاد خود ایک جگہ چھپ جاتا ہے اور جب پرندے اپنے بچوں کے لئے چوگا لیکر اپنے گھونسلوں میں واپس آتے ہیں۔ ان کو آسانی سے ایک ایک کرکے مار ڈالتا ہے۔ بعض اوقات ایک دن میں کئی سو پرندے جاں بحق ہو جاتے ہیں - اور اس موسم میں جو پرندہ مارا جاتا ہے - اُس کے ساتھ بحساب اوسط چار یا پانچ اُس کے بچے بھوکوں مر جاتے ہیں - پس ہر ایک عورت کو جو بگلے کا ایک پر پہنتی ہے - یہ یاد رکھنا لازم ہے کہ وہ کم ازکم چار یا پانچ پرندوں کے مار ڈالنے کا باعث ہوئی ہے ٭

وہ شریف زادی اس کے جواب میں یہ کہتی ہے۔ "میں نے تو پرندوں کی جان نہیں لی - اور نہ مجھے پرندوں کے مار ڈالنے سے کچھ سروکار ہے"- یہ سچ ہے - اگر تمہیں بذات خود اس کام میں کچھ سروکار ہوتا - تو یہ پر جو تم اب پہنے ہوئے ہو - اسے ہرگز نہیں پہنتی - لیکن اگر تم جیسی اور سینکڑوں ہزاروں شریف زادیاں اس قسم کی پوشاک نہ پہنتیں - تو صیّاد اپنی طبیعت اور قوتوں کو اور کسی طرف رجوع کرتا - کیونکہ جب تم اس قسم کی پوشاک پہننی چھوڑ دیتیں - تو ہر سال ان چیزوں کی مانگ نہیں رہتی - اور

مانگ نہ رہنے کے باعث ایسی چیزیں فروخت بھی نہیں ہوتیں +

مجھے ایک صیّاد کا حال معلوم ہے - کہ اُس نے ایک موسم میں اپنے ساتھیوں کی مدد سے ایک لاکھ تیس ہزار سے زیادہ پرندوں کو قتل کیا اور اُن کی کھالیں اُتاریں - سوچو - اس کے کیا معنی ہیں - جب ہم اس امر پر غور کریں کہ یہ سارے پرندے تھوڑے سے دنوں میں قتل ہوئے - کیونکہ یہ خاص موسم چند ہی روز رہتا ہے +

اب سوال یہ ہے - کہ ان تمام باتوں سے عورتوں کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے - میں ناحق الزام لگانا نہیں چاہتا - بس میں اتنا ہی کہونگا - کہ میری رائے میں ان سب باتوں سے زیادہ تر یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ عورتیں بے پرواہ ہیں اور ان میں قوت متخیلہ کی کمی ہے - جو عورت اپنے مقتول ہم مخلوق یعنی جانوروں کے پروں سے اپنے تئیں آراستہ کرتی ہے - اگر وہ صیّاد کے ساتھ جنگل میں موجود ہو - اور جانوروں کے خون آلودہ دل سے بہتا ہوا سرخ خون دیکھے - جس خون میں اُس کے پہننے کے پر بھی رنگے جاتے ہیں - اور پھر اگر وہ ان کی آخر دم کی جان کندنی کی حالت پر نظر ڈالے - اور بعد میں گھونسلوں میں بھوکے مرتے ہوئے بچوں کو منہ کھلے دیکھے - جو اپنے ماں باپ کے منتظر ہیں - کہ کب وہ

آئیں اور انہیں چوگا دیں اور اسی انتظاری میں مایوس ہو کر مر جاتے ہیں - تب مجھے پختہ یقین ہے کہ آئندہ سے وہ اس قسم کی بیوقوفی بے پرواہی اور بیرحمی کی عادت کو قطعی ترک کر دے اور اس بُری عادت کا شکار نہ بنے - میرے دل میں عورتوں کی نرم طبیعت اور رحمدلی پر اس قدر پختہ یقین ہے کہ وہ ضرور ایسی عادت کو ترک کر دینگی - یہ سچ ہے کہ ایک دفعہ تو کچھ عرصے کے لئے ہم یہ دیکھینگے کہ نمود اور دکھلاوے کے لئے عورت اپنی بیہودہ خود غرضانہ اور دیوانہ خواہش میں اس قدر محو ہے کہ جو باتیں ہم نے بیان کی ہیں - گو وہ ان کو بخوبی سمجھتی بھی ہے - تاہم اپنی خود نمائی کو پورا کرنے کے لئے وہ ان پرندوں کی ہلاکت پر مقتضی ہوگی +

اگر میں عورت کی حالت میں ہوتا - تو میں ضرور اس عمدہ کام کے لئے سب کا پیشرو بنتا - بجائے اس کے کہ میں ایک محض بُرے رواج کی تقلید کرتا - میں اور عورتوں کو خود عمدہ نمونہ دکھا کر ان کا ہادی بننا پسند کرتا +

تم دیکھ کر متحیّر ہوگے - کہ جس عورت میں ذرا سی بھی حکمت اور دانائی ہو - وہ کسی قسم کے پروں کی مدد کے بغیر کیسی خوشنما طرح طرح کی ٹوپیاں اختراع کر سکتی ہے - اور جب عقلمند اور ہنرمند لوگ اپنے دماغ اور ہاتھوں کو ایک بار اس طرف رجوع کر دیں -

تو ہمیں تعجب ہوگا۔کہ آراستگی اور زیبائش کا یہ پُرانا وحشیانہ۔گو کسی قدر ترمیم شدہ طریق کیوں اتنی مدت تک جاری رہا +

اگر میں کسی لڑکی کی ماں ہوتا۔تو اس بیرحم اور غیر ضروری رواج کو اپنی لڑکی سے اس طرح چھڑاتا کہ سب سے پہلے میں خود اس رواج کو ترک کرتا۔ بچّے قول و فعل کے مخالف کو فوراً تاڑ جاتے ہیں۔چند روز کا ذکر ہے۔کہ ایک چھوٹی لڑکی نے اپنی سہیلیوں سے یہ کہا۔"میں جانتی ہوں کہ اُستانی جی ہمیں پرندوں کے گھونسلوں سے بچے لینے اور چھوٹے پرندوں کو مار ڈالنے سے کیوں منع کرتی ہے۔اُس کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے۔کہ جب یہ پرندے بڑے ہو جائیں۔اور اُن کے پر خوب نکل آئیں۔تو وہ ان پروں کو اپنی ٹوپی میں لگا کر پہنے"۔اور جب میری طرح کوئی شخص یہ دیکھتا ہے کہ ایک معلّمہ اپنی ٹوپی پر دو پرندوں کی کھالیں اور دو سے زیادہ پرندوں کے پر لگائے ہوئے ہے۔تو ہم یہ سمجھینگے کہ زبانی نصیحت کی نسبت نمونہ کے ذریعے تعلیم دینا زیادہ مؤثر اور کارگر ہوتا ہے۔ یا یہ کہو کہ جب ہم نصیحت کے ذریعے تعلیم دیں اور نمونہ دکھا کر نہ بتائیں۔تو یہ تعلیم بے سود اور غیر مؤثر ہوگی +

لیکن اگر پرندوں کے لیئے نہیں۔تو مَیں لوگوں کی خاطر بھی ان کی توجہ اس امر پر تاکیداً دلاتا ہوں۔

انسان کے دل میں رحمدلی اور انسانیت کے اعلیٰ جذبے کا ہونا اس قدر قیمتی اور بے بہا وصف ہے۔ کہ ہمیں اس جذبے کو اس قسم کے وحشیانہ رواجوں پر عمل کرنے سے سخت بنانا یا مٹانا نہیں چاہئے۔کفائت شعاری اور انتظام کے لحاظ سے بھی جو خدمت کہ پرندے ہر سال ہمارے لیئے روئیدگی کے متعلق کرتے ہیں۔وہ درحقیقت اَن گنت اور بے شمار خدمت ہے۔ اگر تمام پرندے مار ڈالے جائیں۔ تو یہ دنیا عملی طور پر انسان کے رہنے کے ناقابل ہو جائے۔کیونکہ کیڑے مکوڑے اس زمین کو ہر چہار طرف سے گھیر لیں اور ہر سال نباتات یا روئیدگی کو بالکل پائمال اور ضائع کر دیں یا سب کو خود کھا جائیں۔ اس بات کا بخوبی سمجھنا ضروری ہے۔کہ پچھلے چند سال کے عرصے میں بعض مقامات میں کیڑے اس کثرت سے ہو گئے ہیں کہ کسان۔ باغبان اور ثمردار درخت لگانے والے کی عقل حیران ہے کہ کیا تدبیر کرے۔جس سے اُس کے باغ اور کھیت ہرے بھرے اور سرسبز رہیں۔ پس بچے کو یہ تعلیم نہ دی جائے کہ وہ پرندوں کو غارت کر دے۔بلکہ اُسے یہ ہدایت کی جائے کہ وہ پرندوں سے محبّت کرے۔ اور ان کی حفاظت کرنا سیکھے +

اگر وہ لوگ خاصکر عورتیں جو ان پرندوں کی پوشاکوں کا استعمال کرتی ہیں۔یہ معلوم کر سکیں اور اس امر کو بخوبی سمجھ سکیں کہ دریائی بچھڑے کی کھال اور سمور

کی پوشاکوں کے بہم پہنچانے میں کس قدر سخت اور بعض اوقات ناقابل ذکر بیرحمی کرنی پڑتی ہے - تو مجھے یقین ہے کہ بہت سے تو چپ کرکے ان پروں اور سموروں کی پوشاکوں کو چھوڑ کر اور چیزوں کی بنی ہوئی پوشاکوں کی تلاش کرنے لگیں - اگر انہیں کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ بے گناہ اور اصیل دریائی بچھڑوں کو ان کے برف کے چٹانوں پر موٹی موٹی لکڑیوں یا سوٹوں سے پیٹ پیٹ کر جان سے مار ڈالتے ہیں - اور اور سمور دار جانوروں کو اس طرح پھندے میں پھنساتے ہیں - کہ گھنٹوں کیا بلکہ دنوں تک اسی پھندے میں انہیں پھنسا رہنے دیتے ہیں - اور ان کی ٹانگ یا ٹانگوں کو اس پھندے کے بیرحم اور فولادی جبڑوں کے درمیان پھنسا کر کچل ڈالتے ہیں - اس کے بعد اگر وہ جانور اس سخت عذاب سے مر نہ گیا ہو یا بھوک کے مارے نہ مر گیا ہو یا وہ اپنے دانتوں سے اپنی ٹانگ کاٹ کر پھندے سے بھاگ نہ گیا ہو - تو وہ اس سخت عذاب کا خاتمہ اس جانور کے ایک ضرب لگا کر کر دیتے ہیں - اور اگر وہ ان باتوں کو بخوبی سمجھ سکیں - تو مجھے کامل یقین ہے کہ وہ یہ نتیجہ نکالینگے - کہ ان چیزوں کے خریدنے میں اس قدر زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے - کہ کسی انسان کو اس قیمت کے دینے کا مقدور نہیں ہے +

گوشت خوری

اب ہم ایک اور نہایت ضروری امر یعنی گوشت خوری کی عادت کا کچھ ذکر کرتے ہیں. جو ہمارے ملک میں متواتر جاری ہے - میں نے اس معاملہ پر بخوبی غور کیا - اور چند سال تک گوشت کا استعمال بھی نہیں کیا - اس قدر تجربہ اور غور و فکر کے بعد میں عوام الناس کی غالب رائے کے برخلاف بلا تامل یہ کہہ سکتا ہوں - کہ جانوروں کا گوشت انسان کے لیئے کوئی ضروری غذا نہیں ہے - شاید ہی کسی کو گوشت کے استعمال سے فائدہ ہوتا ہوگا - بہت سے لوگ تو اس کے استعمال کے باعث بہت ابتر حالت میں ہیں - خصوصاً اُس وقت جبکہ گوشت کا آج کل کی طرح ہر ایک شخص بہت زیادہ کثرت سے استعمال کرتا ہے ؞

اس امر پر بخوبی غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوگا - کہ جسم کو پرورش کرنے بنانے اور قائم رکھنے کے لیئے غذا کی ایسی بیشمار چیزیں ہیں جن میں گوشت کی نسبت دُگنی کیا بلکہ دُگنی سے زیادہ غذائیت ہے - اس معاملے میں غلطی یہ کی جاتی ہے - کہ گوشت کی غذا معدے میں پہنچتے ہی اور غذاؤں کی نسبت زیادہ جلدی سے حرارت پیدا کرنے لگتی ہے اور اس حرارت بڑھانے والے اثر کو جو کم و بیش شراب کے اثر سے ملتا جلتا

ہے۔ غلطی سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس سے جسم کی پرورش ہوتی ہے اور قوت بڑھتی ہے +

گوشت کی غذا شہوات نفسانی یا جذبوں کو تحریک دیتی ہے۔ علاوہ بریں جسم میں تحریک دینے کا کام کرنے سے ہم میں مصنوعی اشتہا پیدا ہوتی ہے۔ اور اس اشتہا کو رفع کرنے کے لئے اور منشّی اور حرارت بڑھانے والی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دنیا کے بعض مشہور حکیموں کی جنہوں نے اس معاملے پر احتیاط سے غور کیا ہے۔ یہ رائے ہے کہ جب تک گوشت خوری کثرت سے جاری ہے۔ تب تک کثرت سے وِسکی اور بیئر شراب کا پینا اور اس کے لوازمے شراب خوری اور جرائم کا ہونا ہرگز رفع نہ ہوگا۔ یا ان میں کافی کمی نہ ہوگی +

یہاں پر اور بہت سی باتیں غور طلب ہیں۔ مثلاً گوشت خوری سے بہت سے لوگوں کی طبیعتوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے زیادہ عمدہ اور نفیس حواس خود بخود اپنے اثر اور تاثرات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ گویا ان کی اپنی قوت حس زائل ہو جاتی ہے۔ اور بہت سی حالتوں میں بیمار یا زہریلے جانوروں کے خراب گوشت کے باعث جان جوکھوں بھی رہتی ہے۔ اور اور خطرے عاید ہوتے ہیں۔ اگر گنجائش ہوتی تو جو بہت سے مریض جانور آخر میں گوشت کی صورت میں فروخت ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں بہت سی

باتیں اور ایسے واقعات جو تحقیقات مرض کی مختلف کمیٹیوں اور کمیشنوں وغیرہ نے بیان کئے ہیں۔ نقل کر دئے جاتے۔ اور کون شخص یہ کہ سکتا ہے۔ کہ جو گوشت وہ خود استعمال کرتا ہے۔ اس میں اس قسم کا کوئی نقص نہیں ہے۔ اور جب ہم یہ یاد کریں کہ بہت سے حیوان خاصکر مویشی جان سے مایوس ہوکر غیض و غضب میں آ جاتے ہیں اور بعض حالتوں میں تو در اصل غصے کے مارے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ اور جب ہم یہ یاد کریں کہ جب طبیعت کو غصہ آ جاتا ہے۔ تو جسم کے ہر حصے میں زہر سرائت کر جاتا ہے۔ اور یہ بھی یاد کریں کہ بہت سے حیوان اسی حالت میں قتل کئے جاتے ہیں۔ تو ہم فوراً معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ اس قسم کے گوشت کے کھانے میں کیسا بڑا خطرہ ہے +

میں اکثر لوگوں کو یہ سوال کرتے ہوئے سُنتا ہوں۔ "کیا گوشت خوری انسان کے لئے طبعی نہیں ہے"؟ "کیا انسان اپنی ابتدائی وحشیانہ حالت میں طبعاً گوشت نہیں کھاتا ہے اور کیا حیوانات اور جانور ایک دوسرے کو نہیں کھاتے ہیں"؟ ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن ہم نہ تو وحشی ہیں اور نہ نرے حیوان ہیں۔ اب ہمارا وحشیانہ زمانہ گزر گیا اور اس لئے وہ وحشیانہ رواج بھی جاتا رہا۔ اور رہا سہا بالکل معدوم ہو جانا چاہیئے۔ در اصل آج کل دنیا میں نصف سے زیادہ

لوگ ایسے ہیں - جو گوشت نہیں کھاتے - اور بہت سے لوگ جن کو امریکہ اور انگلستان کے اکثر باشندے کافر کے نام سے پکارتے ہیں اور جن کو عیسائی بنانے کے لئے مشنری یا پادری لوگوں کو بھیجتے ہیں - عمدہ خیالات میں ہم سے بہت بڑھ کر ہیں - اور اسی لئے اس بارے میں تو وہ زیادہ تر عیسائیوں کے خیالات کے ہیں - اور اگر ہندوستان کے بہت سے ممالک میں مثلاً بُدھ مذہب والوں اور براہمنوں کو عیسائی بنانے میں بالمقابلہ اَور قوموں کے جو یہاں کے پادری اس قدر نا کام رہے - تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بُدّھوں اور براہمنوں میں سے بہت سے تیز طبع اور صاحب کشف لوگوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جس شخص کے مذہب میں جانوروں کا مار ڈالنا اور کھانا روا رکھا ہے - اور ہمارے مذہب میں یہ بات نہیں ہے - تو اُس کے مذہب میں ہمارے مذہب سے کیا فوق اور برتری ہے ٭

بمبئی میں حیوانوں کی نعشوں کو گزرگاہ عام میں لٹکانا - جیسا کہ ہم امریکہ اور انگلستان کی دکانوں کی کھڑکیوں اور مکانوں کے آگے لٹکی ہوئی دیکھتے ہیں - قانوناً منع ہے ٭

تجربہ تمہیں سکھا دیگا کہ اگر تم گوشت خوری کو بالکل ترک کر دو اور اس کی بجائے اَور بیش بہا غذائیں کھانے لگو - تو جلدی ایک وقت ایسا آئیگا -

جب تم گوشت کی بہت کم پرواہ کروگے اور پھر ایک زمانہ ایسا آئیگا - کہ تمہیں گوشت کی خواہش ہی نہ ہوگی - اور آخر میں تم قطعی طور پر گوشت اور اس کے نتائج سے نفرت کرنے لگوگے - اور پھر اگر تمہیں گوشت کھانے کی ترغیب بھی دی جائے - تو تم ہرگز نہ کھاؤگے - اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے - کہ جو شخص گوشت نہیں کھاتے - وہ ضرور کمزور ہو جاتے ہیں - میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ میرا ایک دوست ہے - یہ امریکہ کے ایک بڑے بیت العلوم میں تعلیم دیتا ہے - اور اس نے اٹھارہ برس سے زیادہ عرصہ ہؤا - کہ گوشت کی غذا بالکل نہیں کھائی ہے - میں چاہتا ہوں - کہ کوئی شخص اس میرے دوست کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے - اور پھر دیکھیں کہ ان میں سے کون زیادہ جفاکش ہے اور زیادہ عرصے تک لگاتار کام کرتا رہتا ہے ✣

لندن میں اب بھی کئی ایسے ہوٹل ہیں - جہاں کھانے میں گوشت نہیں رکھا جاتا - برلن میں ایسے ہوٹل قریب بیس کے ہونگے - اور ان مقامات میں اور بہت سے اور شہروں میں ایسے ہوٹلوں کی تعداد روز مرہ بڑھتی جاتی ہے - اور یقین ہے - کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہمارے ملک امریکہ میں بھی ایسے بہت سے ہوٹل کھل جائینگے - در اصل سچ پوچھو - تو رحم اور انسانیت اسی شخص میں ہے - جو گوشت نہیں

کھانا - اور مجھے اطمینان ہے - کہ انسان اور حیوانات دونو کے لئے بہت بڑے نتائج وقوع میں آئینگے - جبکہ بچّوں کو اس طریق پر عقلمندی سے تعلیم دی جائے اور مناسب طور سے ان کی رہنمائی کی جائے +

جب کوئی شخص انگلستان اور جرمنی کے عمدہ ہوٹلوں میں داخل ہوتا ہے - جہاں گوشت نہیں رکھا جاتا - تو اس کے دل میں بہت سے لوگوں کی طرح یہ بے بنیاد خیال سمایا ہوا ہوتا ہے - کہ بغیر گوشت کے گزارہ کرنا محال کیا بلکہ ناممکن ہے - اور ملکوں میں تو ایسے ہوٹل افراط سے ملینگے اور تعداد میں ان سے کوئی سو گنا یا ہزار گنا زیادہ ہونگے اور خصوصاً جب ہم ذرا اس امر پر توجہ دینے لگیں کہ یہاں ہر طرح طرح کے نہایت قیمتی کھانے بنتے ہیں اور وہ اس طرح سے تیار کئے جاتے ہیں کہ ان سے خوب بھوک لگتی ہے - بہت سے شخص جو یہ محسوس کرتے ہیں - کہ گوشت ضروری ہے یا یہ کہ گوشت کی غذا اُن کے لئے تو تقریباً لازمی ہے - اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہوٹلوں اور اُن مقاموں میں جہاں لوگ کھانا کھانے اور چائے قہوہ پینے جاتے ہیں - ان میں کیا بلکہ بہت سے ہمارے اپنے گھروں میں ہماری غذا کا جز اعظم گوشت ہوتا ہے اور عملی طور پر گوشت ہی کے تیار کرنے میں ساری حکمت خرچ کر دی جاتی ہے - اس کے علاوہ اور سب کھانے کی چیزیں یونہی جزوی

سمجھی جاتی ہیں اور بسا اوقات بڑی بے پرواہی سے بنائی جاتی ہیں - لیکن جب گوشت کی غذا کا استعمال کم کیا جائے اور گوشت کی نسبت بہت سی اور زیادہ قیمتی غذاؤں کے تیار کرنے میں زیادہ تر توجہ دی جائے - تو پھر ہم تعجب کرنے لگینگے - کہ ہم اتنی مدت سے صرف ایک رواج کے تابع کیوں رہے - اس خیال سے کہ یہ ایک ضروری رواج ہے +

ہندوستان کے ایک مشہور باشندے نے گوشت نہ کھانے کی بابت چند اصول اور مسئلے ایسے عمدہ طور سے پیش کئے ہیں اور انہیں ایسی قابلیت سے بیان کیا ہے کہ میں چاہتا ہوں - کہ اُس کے کُل بیان کو یہاں پر مفصل نقل کر دوں - اور اس لئے اُسے ذیل میں نقل کرتا ہوں :-

"حیوانوں کا گوشت خون میں فبرن کی ایک غیر ضروری مقدار پیدا کر دیتا ہے - اور اس سے کل جسم میں غیر طبعی حرارت آ جاتی ہے - اور یہی غیر معمولی تحریک اور بیقراری کا باعث ہوتی ہے - اور آخر میں بہت سے گوشت خور اعصاب کی کمزوری میں مبتلا ہو جاتے ہیں - گوشت کے متواتر استعمال سے دل کی حرکت بڑھ جاتی ہے اور زندگی بخش قوتیں قبل از پختگی زائل ہو جاتی ہیں - سر ایو ر ڈھیوم جیسے علم فسیالوجی اور اناٹومی کے ماہروں نے دانت - معدے - غذا پہنچانے والی نالی کی بناوٹ - خوردبین کے ذریعے نظر آنے والی انسان کی

خون دار رگوں اور ہاضمے کے عملوں اور ترکیبوں سے یہ ثابت کیا ہے۔کہ انسان طبعاً گوشت خور جیوانوں کی نسبت پھل وغیرہ کھانے والے جیوانات سے زیادہ ملتا جلتا ہے +

"مختلف نباتات اناج۔پھل۔مغزبات وغیرہ اور مختلف جیوانوں کے گوشت کی کیمیائی طور پر تجزی کرنے سے اور جیوانوں کے گوشت کی خاصیتوں کا نباتات کے بڑے بڑے خواص کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ہر ایک شے جو اعصاب اور عضلات کی نشو و نما۔شریان کی مضبوطی اور کُل جسم کی پرورش کے لئے ضروری ہے۔ نباتی چیزوں میں باآسانی مل سکتی ہے۔ یہ ایک واقعی امر ہے۔ لیکن اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔تو پھر ہم جیوانوں کا گوشت کس لئے کھاتے ہیں۔کیا غذائیت اور پرورش کے لئے؟ نہیں۔یہی غذائیت اور پرورش نباتات اناج اور دالوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔کیا پھر ہم صحت قائم رکھنے کے لئے گوشت کھاتے ہیں؟ یہ بھی نہیں۔کیونکہ سبزی ترکاری کھانے والے لوگ سب کے سب بہت سے گوشت کھانے والے لوگوں سے زیادہ صحیح و سالم اور تندرست ہیں۔تو پھر گوشت کھاتے ہی کیوں ہیں؟ اس لئے کہ یہ عادت نسلاً بعد نسلاً چلی آتی ہے۔اور باطل توہمات تعصب اور جہالت کی وجہ سے بھی +

"گوشت کھانے والے بناتی خوراک کی نسبت مختلف قسم کے اعتراض کرتے ہیں - بعض کہتے ہیں - کہ اگر جانوروں یا جیوانوں کو نہ کھایا جائے - تو وہ روے زمین پر حد سے زیادہ پھیل جائینگے اور انسانوں کو پائمال کر دینگے - دیکھو ہندوستان میں ہندو گئوؤں کو نہیں مار ڈالتے - لیکن گئوؤں نے ہندوؤں کو پائمال نہیں کیا - ہندوؤں کے ہاں کوئی مذبحے نہیں تھے - یہ مذبحے بعد میں قائم کئے گئے - اب تک بھی جن ریاستوں میں ہندو راجاؤں کا راج ہے - وہاں پر جنگلی جیوانات اور پرندوں کی حفاظت کے لئے سخت قوانین بنے ہوتے ہیں اور اسلئے وہاں کے جیوانات اور پرندے محفوظ ہیں - لیکن ان ریاستوں کو جنگلی جانوروں نے تاخت و تاراج نہیں کیا اور نہ وہاں کے باشندوں کو باہر نکالا - بعضوں کی یہ راے ہے کہ جب تک ہم جیوانوں کا گوشت نہ کھائینگے - تب تک ہم کمزور رہینگے - کچھ کام نہ کر سکینگے اور بہادری اور دلیری سے محروم رہینگے - یہ ایک بڑی سخت غلطی ہے - تم نے ہندوستان میں ہندو سکھ سپاہیوں کا حال سنا ہوگا کہ وہ انگریزی فوج میں نہایت ہی بہادر اور نہایت ہی مضبوط لڑنے والے ہیں - وہ میدان جنگ میں کبھی دشمن کو پشت نہیں دکھاتے - تلوار کی لڑائی میں ایک سکھ سپاہی تین گاؤ خور سپاہیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے - لیکن یہ سکھ[ل] سپاہی گوشت یا مچھلی

[ل] یہ بیان پنجاب کے سکھوں کی نسبت لفظاً درست نہیں ہے - پوربیوں اور تلنگوں کی نسبت صحیح ہے - جو کسی زمانے میں سرکار انگریزی کی افواج میں سکھوں سے کسی طرح پر کم نہ تھے - مترجم

کو ہرگز چھوتے تک نہیں - اور شراب اور تنباکو کے پاس نہیں جاتے - یہ محض سبزی ترکاری یا ساگ بھاجی کھا کر زندہ رہتے ہیں - جو شخص ساگ پات کھاتا ہے - اس میں بڑی جفاکشی کی عادت ہو جاتی ہے - اور اس کا مزاج یکساں رہتا ہے - کبھی تکدر نہیں ہوتا - لوگ عموماً ایک تند چنچل اور اندھا دھند طبیعت کو غلطی سے جرائت اور طاقت خیال کر لیتے ہیں - یعنی جو شخص مزاج کا تند اور چنچل ہوتا ہے - اُسے بڑا دلیر اور طاقتور سمجھنے لگتے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ شیر یا بھیڑیا گھوڑے بھینسے یا ہاتھی سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے - یہ لوگ تند خوئی کو طاقت یا مضبوطی کا معیار قرار دیتے ہیں - یہ سچ ہے کہ شیر گھوڑے کو جان سے مار سکتا ہے - لیکن کیا اُس کے رگ پٹھے اس قدر طاقتور اور مضبوط ہوتے ہیں کہ وہ گھوڑے کی طرح ایک بہت بھاری بوجھ بڑی دور تک کھینچ لے جا سکے؟ شیر ہاتھی کو تو مار ڈالتا ہے - لیکن کیا وہ کئی من کی توپ کو بھی اٹھا سکتا ہے؟ تند خوئی اور بات ہے اور رگ پٹھوں کی مضبوطی یا طاقت اور بات ہے - ہمیں ان دونو میں تمیز کرنی لازم ہے - مضبوطی اور طاقت اشیائے نباتی سے حاصل ہوتی ہے - نہ کہ گوشت اور خون سے - اگر گوشت کا کھانا جسمانی طاقت کے لیے لازمی شرط ہے - تو گوشت کھانے والے سبزی خور جانوروں کے گوشت کو گوشت خور جانوروں کے گوشت پر کیوں ترجیح دیتے

ہیں؟ بعض گوشت خور شخص یہ کہتے ہیں کہ جانوروں کے تھوڑے سے گوشت میں بہت سی نباتی طاقت بھری ہوئی ہوتی ہے - گویا بہت سی نباتی طاقت کو تھوڑے سے گوشت میں یکجا فراہم کیا ہوتا ہے - اگر وہ اس کو گوشت کھانے کی معقول وجہ سمجھتے ہیں - تو انہیں گوشت خور جانوروں اور پرندوں مثلاً شیر بھیڑیوں چیلوں اور گدّوں کا گوشت کھانا چاہیئے +

"جیسا کہ حیوانات کے طبقے میں گوشت خور جانور سبزی خور جانوروں کی نسبت زیادہ چنچل اور بیقرار ہوتے ہیں - اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سبزی خور لوگوں کی نسبت گوشت خور لوگ زیادہ چنچل اور بے قابو ہوتے ہیں اور وہ اپنی طبیعت اور خواہشوں پر کم ضابط ہوتے ہیں - چونکہ روحانی ترقی کی سب سے مقدّم علامت یہ ہے کہ طبیعت صلح پسند سنجیدہ اور ضابط ہو - اس سے صاف ظاہر ہے کہ گوشت کا کھانا روحانی ترقی کے لئے نہایت عمدہ اور مفید غذا نہیں ہے"+

دنیا کی تواریخ میں ایک زمانہ ایسا آئیگا - اور اس بارے میں اب بھی تحریک ہو رہی ہے - جبکہ لوگ کسی مرد یا عورت کو گوشت کھاتے ہوئے دیکھ کر تعجب ظاہر کرینگے - جیسا کہ آج کل گوشت سے پرہیز کرنے والے مرد یا عورت کو دیکھ کر تعجب ظاہر کرتے ہیں - بہت سے لوگوں کی طرح میرا یہ ذاتی یقین ہے کہ اعلےٰ سے اعلےٰ درجے کی ذہنی جسمانی اور روحانی فضیلت کسی

شخص کو صرف اُس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ وہ اور باتوں کے علاوہ گوشت اور خون کی غذا سے پرہیز کرتا ہے ۔

جب تک کہ ملکوں میں لڑائی کا جوش ہے اور اس جوش کے لئے فوجیں بھرتی کی جاتی ہیں۔ تو میری رائے میں یہ بہتر ہوگا کہ ہم بہت جلد اس امر سے آگاہ ہو جائیں کہ سپاہ کو جو ڈبوں میں بند کیا ہوُا گوشت کھانے کے لئے ملتا ہے۔ اس سے ان کی صحت کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ ہزارہا اموات جو بیماری سے منسوب کی جاتی ہیں۔ در اصل اسی گوشت کے کھانے سے وقوع میں آئی ہیں اور اگر ایسے حادثات کے ٹھیک رجسٹر رکھے جائیں تو ہمارے قول کی پوری پوری تائید ہو جائیگی۔ حال ہی میں ہسپانیہ اور امریکہ میں جو لڑائی ہوئی۔ اس میں امریکہ کی فوج کی صحت میں خلل آیا ہوُا تھا۔ تحقیقات کرنے سے معلوم ہوُا کہ گوشت خوری ہی اس کا باعث تھا۔ گو یہ نتیجہ لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ لیکن افسوس پھر اس امر کا کچھ تدارک نہیں کیا گیا۔ ایسے حادثوں کے بواعث کا تحقیق کرنا اور پھر اس کا تدارک کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر ایسی باتوں پر حسب موقع پوری پوری توجہ دی جائے۔ تو آئندہ کے لئے ہزاروں جانیں بچ جائیں۔ اور ان پر توجہ نہ دینے کے باعث یہی ہزاروں جانیں مفت میں ضائع ہوتی ہیں ۔

ہاں اگر ایسی غذا یعنی گوشت کا کھانا ضروری اور لازمی ہوتا - تو اور بات تھی - لیکن جس حالت میں کہ اور غذائیں موجود ہیں جو جسم کو بنانے پرورش کرنے اور تقویت دینے کے لحاظ سے زیادہ مفید ہیں - اور ڈبوں کے گوشت کی زہرآلودگی اور عفونت سے بھی زیادہ تر بری ہیں - جو غذائیں کہ بہت جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جا سکتی ہیں - آسانی سے اور جلد تیار ہو سکتی ہیں - اور فوراً کام میں آ سکتی ہیں - تو پھر ہم جھٹ معلوم کر سکتے ہیں کہ گوشت کا استعمال جاری رکھنا - خاصکر اس کثیر مقدار میں گوشت کھانا - جیسا کہ آج کل کھایا جاتا ہے - بے وقوفی ہی نہیں - بلکہ ایک قسم کا جرم ہے +

اس بارے میں ایک اور ضروری بات ہے جس کو ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے - چونکہ حیوانات کمزور مخلوق ہیں - اس لئے ہمیں ان کی حفاظت اور پرورش کرنی چاہیئے - لیکن اس کی بجائے ہم اُن کے ساتھ بیرحمی سے پیش آتے ہیں - اُن کو ذبح کر کے کھاتے ہیں اور یہ کام ہم خود نہیں کرتے - قصابوں سے کراتے ہیں - اس سے ہم دوسروں کو بے رحمی اور سنگدلی کی تعلیم دیتے ہیں - اور ان کو رحمدل بنانا اور جانوروں کو پرورش کرنے کی تعلیم دینا جو ہمارا عین فرض تھا - اس فرض کے بجا لانے میں کوتاہی کرتے ہیں - سوچنا چاہیئے کہ یہ امر ہماری طرف سے کس قدر بیجا

اور نادرست ہے - ایک مشہور و معروف انگریز مسٹر
ہنری سالٹ رحم اور انسانیت کے تلقین کرنے والے
ہیں - انہوں نے اس بارے میں جو خیالات ظاہر
کئے ہیں - ان کو بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-
"اس قصابی کے پیشے میں جانوروں پر بیرحمی ہی
نہیں کی جاتی - بلکہ جو لوگ اس پیشے کو کرتے ہیں -
اُن کی مجلسی اور اخلاقی بہبودی میں بہت کچھ فرق
آ جاتا ہے اور وہ انسانیت کے درجے سے گر جاتے ہیں -
مہذب ملکوں میں جن پیشوں کے ذریعے روزی کماتے
ہیں - اُن سب میں صرف جلاد کے کام کو چھوڑ کر
قصائی کا پیشہ نہایت ہی مکروہ سمجھا جاتا ہے - اور
قصائی یا قصاب لفظ کے بڑے بُرے معنی لیئے جاتے
ہیں - تمام باقاعدہ اور تہذیب یافتہ لوگوں میں قدرتاً
خونریزی ایک بڑا خوفناک اور بُرا کام خیال کیا جاتا ہے -
اسلیئے بہت سے بے گناہ جانوروں کا ناقابل بیان بیرحمی
تندی اور غلاظت کی حالت میں مار ڈالنے کا کام قصائی
لوگوں کے سپرد کیا جاتا ہے - اور اسلیئے یہ بیچارے
انسانیت کے درجے سے گر جاتے ہیں - اور ان پر
گویا ایک قسم کا ظلم کیا جاتا ہے کہ ان کو ایسا گندا
کام دیا جاتا ہے اور ان کو راہ راست پر لانے کی
بجائے بیرحمی اور سنگدلی کی تعلیم دی جاتی ہے - ایک
دفعہ ایک وائٹ چیپل کے قصائی اور ایک گوشت
کھانے والے میں بہت کچھ بحث ہوئی - جب اُس

گوشت کھانے والے شریف آدمی نے قصائی پر بیرحم اور وحشی ہونے کا الزام لگایا۔ تو اس قصائی نے کہا۔ "میں یہ غلیظ اور ناپاک کام آپ ہی کے لیئے کرتا ہوں۔ اور آپ ہی لوگ ہم سے ایسا کام کراتے ہیں"۔ یہ قصائی کا بیان بالکل ٹھیک تھا۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو جانوروں کو سخت عذاب دیکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس میں قصائی کو بہت سخت ذلت ہوتی ہے۔ اور یہ کام ایسی ترکیب سے کیا جاتا ہے۔ کہ سو میں سے ایک گوشت خور بھی کسی حالت میں اس کام کا کرنا پسند نہ کرے۔ کرنا تو درکنار اس کا دیکھنا بھی گوارا نہ کرے۔ پس یہ کام نہایت ہی خود غرضی۔ بیرحمی اور حیوانیت کا ہے۔ بے زبان جانور قتل ہوتے ہوئے بہت سخت تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اس وقت ان کی حالت کو دیکھ کر نہایت ڈر آتا ہے۔ پس جو لوگ یہ کام کرتے ہیں۔ انہیں جانوروں کے دُکھ درد اور ڈراؤنی صورت کا مطلق خیال نہیں ہوتا۔ اور وہ بیرحمی سے جانوروں کے گلوں پر چھُری پھیرنے میں بڑے مشاق ہوتے ہیں۔ یہ کام ذلیل اور ادنےٰ درجے کے لوگوں کے سپرد کرنا سوسائٹی کے لئے بہت خطرناک ہے۔ پس قصائی لوگ جو بُرے اور مکروہ کام کرتے ہیں۔ اس کا سارا الزام آخرکار خود سوسائٹی پر ہے۔ اور قصائیوں پر "فردًا فردًا" کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ طاقت سوسائٹی

نے قصائیوں کو خود اپنے ہاتھ سے دی ہے"+

چند دنوں سے شہر شکیگو دنیا کا مذبح مشہور ہو رہا ہے۔ شکیگو کے پولیس کے محکمہ کے افسروں سے ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ جو نہایت مکروہ جرائم شہر میں پچھلے چند سالوں سے ہو رہے ہیں۔ وہ سب اسی کام یعنی قصابی کی بدولت ہوئے ہیں۔ کیونکہ ایسے بہت سے جرائم انہی لوگوں سے سرزد ہوئے ہیں جو یہ قصائی کا کام کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ رفتہ رفتہ اپنے کیئے کے بُرے نتائج حاصل کر رہے ہیں۔ سچ ہے جیسا کروگے ویسا بھروگے+

نیو ایج اخبار میں ایک شخص لکھتا ہے۔"جو شخص شکیگو میں جائے۔ اُسے ان قصاب خانوں کا دیکھنا ضروری ہے۔ یہ دنیا میں نہایت ہی بُرے مقام ہیں اور پرلے درجے کے مکروہ ہیں۔ انہیں دیکھ کر سخت نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ یہاں پر جانوروں کے ذبح کرنے کے لئے نوکر ہیں۔ وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ ان مذبحوں کی آمدنی اور نفع سے اہل شہر کے لئے تو عمدہ عمدہ کام کیئے جاتے ہیں۔ یعنی واعظ گاہیں اور مجلس گاہیں مقرر کی جاتی ہیں جن کا مدعا عوام کی نفع رسانی ہے۔ مگر مذبحوں کے ملازموں کے وہ کام سپرد کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ سیدھے جہنم کو چلے جاتے ہیں۔ جس شخص کو انسانوں کی بہبودی اور ترقی مد نظر ہے۔ اور جس کی خواہشیں پورا کرنے کے لئے یہ قصائی کا کام

کیا جاتا ہے۔ ایسے ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ ان غلیظ جگہوں میں آ کر اُن بیچارے قصابوں کا کام دیکھے"۔

شہر کنساس کے قصاب خانوں میں ہزارہا جانور روزمرّہ ذبح کئے جاتے ہیں اور ان میں کئی ہزار مرد اور لڑکے کام کرتے ہیں۔ وہاں کی حالت ایک شخص خود دیکھ کر اس طرح بیان کرتا ہے :-

"اس بڑے قصاب خانے کے اندر ایک میدان جنگ سا نظر آتا تھا۔ فرش جا بجا خون سے سُرخ تھا۔ اور نوکر چاکر سر سے پاؤں تک خوب خون میں رنگے ہوئے تھے۔ یہ ایک بڑا مکروہ اور نفرت انگیز نظارہ تھا۔ بیسیوں مویشی مارنے کے لئے مکانوں کے اندر ہنکائے جاتے تھے اور جانوروں کی گردن پر کلہاڑے بجنے کی آواز ایسی آتی تھی۔ گویا جہاز کے کارخانے میں جہاز کے اوپر لوہے کی چادر چڑھا رہے ہیں اور اس میں میخیں ٹھوک رہے ہیں۔ پھر دروازے کھول دئے جاتے تھے اور مختلف حیوانات ایک ایک کرکے فرش پر گرا دئے جاتے تھے۔ اُن کے پاؤں زنجیروں سے جکڑ دلئے جاتے تھے۔ اور ان کو کلوں کے ذریعے چھت پر اُٹھا کر جلدی سے مزدوروں کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔ یہ جانور کلوں کے ذریعے چھت سے ادھر لٹک جاتے تھے اور یہ مزدور یا نوکر چاکر پہلے ہی سے چاقو بنا کر منتظر رہتے تھے اور جہاں جانور آئے۔ فوراً اُن کی کھال اتار کر ان کے دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے اور اُن

کو دھو دھا کر صاف کر دیتے تھے"۔

مندرجہ بالا واقعات اور اسی قسم کے اور واقعات پر غور کر کے ہم فوراً معلوم کر سکتے ہیں کہ جو شخص خود گوشت کھاتا ہے یا اوروں کو گوشت کھانے کی ترغیب دیتا ہے یا اور کسی طرح پر گوشت کھانے والوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ ضرور اس بات کا جوابدہ ہے۔ کہ وہ ہزارہا لوگوں کو انسانیت کے درجے سے گرا کر بیرحم اور سنگدل بناتا ہے۔ قصائی بھی ہمارے جیسے لوگ ہیں۔ اسلیئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اپنے بھائیوں کی ہر طرح سے مدد کریں اور ان کو انسانیت سکھائیں۔ نہ کہ اُن کو ایسے ذلیل کاموں کی طرف راغب کریں اور پست اور ذلیل حالت میں پڑے رہنے دیں۔

یہاں پر اسی بارے میں نہایت عقلمند اور عالی دماغ اینی بیزنٹ صاحبہ کے چند عمدہ اور صاف خیالات ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں:۔

"ہم گوشت کو چھوڑ کر سادی غذا اسلیئے کھاتے ہیں۔ کہ ہمارا جسم پاک و صاف ہو جائے یا اس غرض سے کہ یہ غذا ہماری عقلی اور اخلاقی ترقی کے مانع نہ ہوگی۔ ایسی دلائل کے رو سے اس قسم کی غذا کا کھانا بہت ٹھیک ہے اور کسی مرد یا عورت کو ان دلیلوں کے پیش کرنے سے شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اس بات سے بھی زیادہ عمیق اور زیادہ دلکش ہمارا یہ اصول ہے کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ تمام چیزوں میں ایک ہی

جان ہے اور ہم سب ایک ہی عام جان کے جزو یا حصے ہیں - جب ہم تمام زندہ مخلوق کا ایک ہونا مانتے ہیں - تو پھر دفعتہً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی اس زندگی کو کس طرح قائم رکھیں کہ آس پاس کی جانوں کو بہت کم نقصان پہنچے - ہم یہ کس طرح کر سکتے ہیں کہ ہمارے جینے سے جس دنیا میں ہم رہتے ہیں - اُس کی مصیبت اور تکلیف بڑھنے نہ پائے - اور ہم فوراً یہ معلوم کرنے لگتے ہیں کہ حیوانات کے ساتھ جو ہمارے تعلقات ہیں اُن کے باعث سے ایک فرض عاید ہوتا ہے - جس کو تمام غور و خوض کرنے والے اور رحمدل لوگ تسلیم کرینگے - اور وہ فرض یہ ہے کہ چونکہ ہم حیوانات سے عقل میں برتر ہیں - اسلئے ہمیں لازم ہے - کہ ہم اُن کے محافظ اور مددگار بنیں نہ کہ اُن کو ستانے والے اور اُن پر ظلم کرنے والے بنیں - اور ہمیں کوئی استحقاق نہیں ہے کہ صرف زبان کے ذائقے کے لئے اور صرف اپنے عیش و عشرت کے سامان بڑھانے کے لئے اُن پر مصیبت اور خوف برپا کریں +

"اس طرح طبقۂ حیوانات پر غور کرنے سے ہمارے دل میں فرض کا خیال پیدا ہوتا ہے - ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ حیوان اسلئے نہیں پیدا کئے گئے کہ انسان ان کو اپنا غلام سمجھ کر مرضی کے مطابق اُن سے سخت کام لے اور جس طرح چاہے اُن پر ظلم کرے - یہ زندہ مخلوق ہیں - ان میں خداوند تعالےٰ کی عطا کی

ہوئی جان پائی جاتی ہے - گو وہ ہماری نسبت کسی قدر کم درجے کی ہو - لیکن وہی ربانی زندگی یا شمعٔ نور ہے - گویا اُن میں وہی دل اور روح ہے جو ہم میں ہے +

"حیوانات انسان کی عقل کے ذریعے پرورش پاکر درجۂ تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں - مثلاً پالتو گھوڑے - گائے - بیل - کتے - ہاتھی اسی قسم کے جنگلی جانوروں کی نسبت انسان کے ساتھ رہنے سے زیادہ عقیل اور فہیم ہو جاتے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ہم ان سے محبت کرتے ہیں - تو وہ ہمارے ساتھ محبت کرنے لگتے ہیں - اور ان کی عقل بھی بہت تیز ہو جاتی ہے - اور ہم اس بات کو بخوبی سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم ان کو سدھائیں اور انہیں اپنے ساتھ مختلف کاموں میں شریک کرکے ان سے مدد لیں اور ان کی عقل و سمجھ کو بڑھائیں - نہ کہ ان کو قتل کرکے اپنے اور ان کے درمیان خون کی ندیاں بہائیں +

"در حقیقت انسان کو اس قسم کی زندگی بسر کرنی لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے مرنے کے بعد غارتگری - مصیبت اور ایذا رسانی کی علامت چھوڑ جائے +

"چونکہ ہم اپنی غذا یا خورد و نوش میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں - اس لئے ہم پر فرض ہے کہ ہم محبت کرنا سیکھیں اور اس دنیا میں ہم اپنے اصلی درجے کو معلوم کریں - ہمیں صرف یہی کرنا لازم نہیں ہے - کہ ہم اپنے جسم میں صاف ستھری غذا بھریں - یعنی پاک

و صاف کھانا کھائیں - اور اپنے ذہن اور روح کو غور و خوض میں لگانے کے لئے عمدہ اور بہتر ذریعے سے کام لیں - بلکہ ہمیں ایسا بننا چاہئے - کہ عشق الٰہی اور صادق محبت اس دنیا میں چاروں طرف آسانی سے پھیل سکے - زیادہ تر یہی اصلی وجہ ہے جس کے باعث میں صرف نباتی غذا کھاتی ہوں اور بلا ضرورت اور ناحق کسی زندہ مخلوق کو مار ڈالنا نہیں چاہتی +

"لیکن کوئی شخص ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت نہیں کھا سکتا جب تک کہ کسی کے ہاتھ سے اُس جانور کو ذبح نہ کرائے - فرض کرو کہ جن جانوروں کا گوشت ہم کھاتے ہیں - اُن کو ہمیں خود ذبح کرنا پڑے تو کیا سَو میں سے کوئی ایک عورت بھی ایسی ہے جو قصاب خانے میں جاکر بیل بچھڑے - بھیڑ بکری یا سُؤر کو خود ذبح کرے؟ ایسا کام کوئی عورت نہیں کر سکتی - کرنا تو در کنار دیکھنا بھی مشکل ہے - کون ہے جو ایسے کام کو دیکھ کر نفرت نہیں کریگا؟ اور کون ہے جو جانوروں کے ذبح ہونے کے بعد ایسی جگہ میں کھڑا ہو کر دہشت نہ کھائیگا - جہاں گھٹنوں تک خون ہی خون بھرا ہؤا ہے - اور مردہ لاشوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں؟ لیکن اگر ہم یہ کام خود نہ کر سکتے ہیں اور نہ اِسے دیکھنا چاہتے ہیں - اور اگر ہم اس قدر شائستہ ہو گئے ہیں کہ ہم قصائیوں کو جو ہمیں اس قسم کی غذا بہم پہنچاتے ہیں - چھونا بھی نہیں

چاہتے - اور اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں - کہ اُن کا
کام ایسا بُرا ہے اور ان کے جسم جانوروں کے خون
سے اس قدر مانوس ہیں کہ ہم اُن سے پرے بھاگتے
ہیں - اور اُن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں -
اور اگر ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ اُن کے ساتھ چھونے
سے ہمارے جسم بھی خراب ہو جاتے ہیں - تو پھر ہم
اپنے تئیں کس طرح شائستہ کہ سکتے ہیں - جبکہ ہم خود تو شائستہ
بنیں اور دوسروں کو بیرحم و قاتل بنائیں اور جب ہم اس امر
کے طالب ہوں کہ ہمارے لئے بعض لوگ قصائی کا پیشہ
اختیار کریں تاکہ ہم ان کے مارے ہوئے جانوروں
کا گوشت کھائیں - گو ہم خود یہ کام نہیں کرتے لیکن
ہم اس کام کے قبیح اور وحشیانہ نتائج سے بری نہیں
رہ سکتے - در اصل ہم خود ہی ایسے بُرے کام کرانے
کے ذمہ دار ہیں +

"اور جو شخص گوشت کھاتا ہے - وہ گویا خود اس
قصائی پن کے کام میں شریک ہوتا ہے اور اپنے
ہمجنسوں سے یہ ذلیل کام کرانے کا قصور وار اور
مجرم ہے +

"میں چاہتی ہوں کہ تم سب خواہ مرد خواہ عورت
اپنا اپنا فرض سمجھو - تمہارا کام ہے کہ انسان کی نسل
کو اعلےٰ رتبے پر پہنچاؤ نہ کہ اس کو ذلیل حالت میں
لاؤ - اُسے شریف اور فرشتہ سیرت بناؤ نہ کہ وحشی اور
خونخوار بناؤ - اسلئے میں کل انسان کی طرف سے

تمہیں اپیل کرتی ہوں کہ تم اپنے کھانے کو خون آلودہ نہ کرو اور اپنے ہمجنسوں کو ذبیل بنا کر اپنے دلی خیالات کو ناپاک نہ کرو اور گنہگار نہ بنو" ٭

جو لوگ مرغ کبوتر وغیرہ جانوروں کا بنا ہوا گوشت کھاتے ہیں۔ انہیں ذرا غور کرنا چاہیئے کہ یہ جانور کن کن طریقوں سے ملتے ہیں اور ان کو کس قدر سخت تکلیف اور عذاب پہنچتا ہے۔ میں یقیناً کہتا ہوں۔ کہ پھر وہ لوگ ضرور گوشت کھانا چھوڑ دینگے۔ بشرطیکہ اُن کی طبیعت میں انسانیت ہے اور وحشیانہ پن نہیں ہے۔ ہم انسان ہیں یا حیوان۔ یہ امر ہمارے خیالات اور افعال ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور کسی طرح نہیں ٭

بہت عرصہ نہیں ہوا کہ ہم نے ایک ماہواری رسالے میں شکیگو کے ایک مشہور قصاب خانے کا ایک صفحے کا اشتہار پڑھا۔ اس اشتہار کے متعلق مندرجۂ ذیل تفصیل دی ہوئی تھی:۔

چھ ۶ قصاب خانے۔ اُن کے مکانات کے لیئے پینسٹھ ۶۵ ایکڑ زمین۔ سال گزشتہ میں ۱۴۳۷۸۴۴ مویشی۔ ۲۶۵۸۹۵۱ بھیڑ۔ ۳۹۲۸۶۵۹ سُوئر مارے گئے اور ۱۸۴۳۳ مزدور کام کرتے تھے ٭

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی کارخانے میں ایک سال کے اندر تقریباً ۸۰ لاکھ جانور مقتول ہوئے۔ اور جب ہم اسی قسم کے اور بڑے بڑے قصاب

خانوں کا شمار کریں اور مختلف شہروں اور گاؤں کے اور ہزار ہا قصاب خانوں کا حساب لگائیں۔تو ہمیں معلوم ہوگا۔کہ ایک سال میں کس قدر کثیر تعداد جانوروں کی ذبح ہوتی ہے۔اور جب ہم یہ خیال کریں۔کہ ایک قصاب خانے میں ۱۸ ہزار مزدور نوکر ہیں۔تو ہمیں اس بات کا بھی اندازہ ہو جائیگا۔کہ ملک میں مرد عورت اور بچوں کی کس قدر کثیر تعداد کو انسانیت کے درجے سے گرا کر بیرحمی۔وحشیانہ پن اور بد تہذیبی کی تعلیم دی جاتی ہے +

پھر اُسی رسالے کے ایک دو ورق اُلٹنے کے بعد میری نظر یکایک ایک اور اشتہار پر پڑی۔یہ بھی پورے ایک صفحے کا اشتہار تھا۔اس اشتہار میں سے کچھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"جب بیئر شراب ۲۱۹ گاڑیوں میں بھر کر میںنلا میں بذریعۂ جہاز بھیجی گئی تھی۔تب دنیا کے سب لوگوں کو تعجب ہؤا تھا۔کہ ایسا کونسا کام ہے جس کے سبب لوگ اپنی پیداوار کو ڈیڑھ میل لمبائی تک پھیلی ہوئی گاڑیوں میں بھر کر بحری راستے سے اتنی دور دراز جگہ میں بھیج سکیں +

"لیکن یہ کام سینکڑوں بار ہو چکا ہے۔جہاں جہاں تہذیب یا شائستگی پھیلتی ہے۔اُس کے قدم بقدم بیئر شراب کو بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔بیس برس سے دنیا کے بہت سے دور دراز حصّوں میں شراب کی ایجنسیاں

قائم ہو چکی ہیں +

"جب سے انگریز جنوبی افریقہ بس گئے۔ تب سے وہاں بھی لوگ بیئر شراب کا مزا چکھ رہے ہیں۔ یہی شراب سائی بیریا کے بارو جنگلات میں جہازوں میں بھر کر بہت افراط سے بھیجی جاتی ہے۔ اس کے اشتہار چین اور جاپان کے اخباروں میں بھی چھپتے ہیں۔ یہی شراب ہندوستان میں پی جاتی ہے اور یہی مصریوں اور رومیوں کی خوشگوار شراب ہے +

"اس بیئر شراب کی جس قدر تعریف کی جائے۔ اتنی ہی تھوڑی ہے۔ بیئر کی ایجنسیوں پر کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ یعنی بیئر کی ایجنسیاں اس کثرت سے ہیں۔ کہ ایک نہ ایک ایجنسی میں ہمیشہ دو پہر رہتی ہے" +

حقیقت میں تہذیب کی اشاعت کا یہ کیا حیرت انگیز طریقہ ہے۔ کہ اتنی بڑی اور شائستہ قوم ہو کر گوشت اور خون اور وسکی اور بیئر شراب کی تہذیب دور دراز ملکوں میں پھیلائے اور اس طرح گمراہ لوگوں کو تہذیب اور شائستگی کی تعلیم دے۔ بعض ملکوں کے نہایت بہادر۔ تعلیم یافتہ۔ ہمدرد اور حب الوطن لوگ اس قسم کی تہذیب پھیلانے میں مزاحم ہوتے ہیں اور اپنی جان ہوم دیتے ہیں۔ غرضکہ بہت کچھ کشت و خون کے بعد اس تہذیب کو اپنے ملک میں آنے دیتے ہیں۔ یہ اُن کی ہٹ دھرمی اور زیادتی ہے۔ انہیں فوراً بلا کسی

مزاحمت کے اس گوشت اور شراب کی تہذیب کو قبول کر لینا چاہیئے - واہ وا! یہ کیسی اعلےٰ درجے کی تہذیب ہے جس کے ذریعے انسانوں کو حیوانوں سے بھی بدتر بنایا جاتا ہے

شکار اور لڑائی

حیوانات کے ساتھ مہربانی اور رحم سے پیش آنا اور ان کی پرورش کا خیال رکھنا اور تمام بنی نوع انسان پر مہربانی اور شفقت ظاہر کرنا اور ان کی پرورش کرنا۔ ان دونو میں صریح تعلق ہے اور لوگوں میں جو جھگڑے برپا ہوتے ہیں یا رائے کے اختلافات ظہور میں آتے ہیں - ان کا برضا و رغبت فریقین اور ثالث بنکر تصفیہ کرانا یہ بھی ایک قسم کی انسانیت ہے - ان باتوں کو ہر ایک شخص جو ذرا بھی عقل رکھتا ہے - سمجھ سکتا ہے - برعکس اس کے اختلاف رائے کے باعث لوگوں میں ہتھیار چل جاتے ہیں اور کشت و خون تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے جس سے اُن کی سراسر بیوقوفی ظاہر ہوتی ہے - اور ان کو ناحق کا زیربار ہونا پڑتا ہے اور ذلت و خواری الگ اُٹھانی پڑتی ہے +

سوٗر وغیرہ کے شکار اور انسانوں کے شکار میں صریح تعلق ہے - ایک بڑی بھاری قوم کے بڑے بڑے سربراہ اور اُن کے پیرو جو ایک دن میں سینکڑوں چکور تیتر

وغیرہ جانوروں کو بندوق سے مار ڈالتے ہیں - اور بے تحاشہ بہادری اور جوش جنس کے باعث پیچ در پیچ معاملات ہونے کی وجہ سے یا برتر طاقت کے ذریعے یا زرخیز ملکوں اور سونے کی کانوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے یا کسی زیردست اور کمزور قوم کا ملک چھیننے کی کی نیت سے - ایک قوم دوسری قوم سے جنگ و جدل کرتی ہے - ان دونو میں کچھ بھی فرق نہیں ہے +

ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جبکہ انگلستان - جرمنی - امریکہ میں کیا بلکہ ہر ایک قوم میں لوگ یہ معلوم کرینگے کہ مدبران ممالک کی تقلید کرنا اعلےٰ تر فرض نہیں ہے - یہ مدبر لوگ در اصل مدبر نہیں - بلکہ مدبر ہیں - کیونکہ ان میں ایمانداری اور صاف دلی سے غور و فکر کرنے اور صلح جوئی کی عادت نہیں ہے - اور ایسی طبیعت نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑوں کا تصفیہ بزور شمشیر کیا جاتا ہے اور اس کا بار عام لوگوں یا عوام الناس کو برداشت کرنا پڑتا ہے - عنقریب ایک زمانہ ایسا آئیگا جبکہ ہمیں معلوم ہو جائیگا - کہ یہ حب الوطنی نہیں ہے بلکہ حب الوطنی وہ خدمتگذاری ہے جس میں ہم لوگوں کی نہایت اعلےٰ درجے کی بہبودی کے لئے کام کرتے ہیں - اور یہ اعلےٰ ترین بہبودی کا کام یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ملک کو جنگ و جدل میں پھنسانے کی بجائے لڑائی سے بری رکھیں - جس میں بہت کچھ روپیہ فضول خرچ ہو جاتا ہے - لوگوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں - اور بہت کچھ

کشت و خون ہوتا ہے - امریکہ کی ہیو میں ایجوکیشن سوسائٹی یعنی انسانی و اخلاقی تربیت دینے والی مجلس کے پریسیڈنٹ نے نہایت راست کہا تھا - "غیر ضروری لڑائیاں یا جنگ محض قتل عام میں شامل ہیں - اور جو لوگ خواہ وہ کتنے ہی اعلےٰ رتبے کے کیوں نہ ہوں یہ لڑائیاں کراتے ہیں - وہ نہایت سخت مجرم اور گنہگار ہیں" +

لڑائیوں میں بے شمار انسانوں اور حیوانوں کا خون ہوتا ہے - بیحد دولت ضائع ہوتی ہے اور دنیا کے کاروبار میں خلل آتا ہے - دنیا کی بہبودی اس طرح نہیں ہوتی - اس کے لئے امن و امان کی ضرورت ہے - جب تک افراد اور اقوام ایک دوسرے کی ہمدردی اور مدد نہ کریں - تب تک ان کا ترقی کی منزل پر پہنچنا دشوار ہے - اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اول افراد کے دل میں انسانیت - ہمدردی اور رحمدلی کا بیج بویا جائے اور پھر اقوام کو صلح جوئی اور آشتی کا خوگر کیا جائے +

وہ وقت قریب آ رہا ہے - جبکہ سب لوگ بقول کوپر صاحب جو انگلستان میں ایک مشہور شاعر ہو گزرا ہے یہ کہینگے اور اس کی ضرورت محسوس کرینگے :-

"جو شخص نہایت عقلمند ہے اور جس کے اطوار شائستہ ہیں - لیکن ہمدردی اور غمخواری سے بے بہرہ ہے - اور جو شخص بے گناہ کیڑے کو ناحق پیروں تلے روندتا ہے - میں اسے کبھی اپنے دوستوں کے زمرے میں شمار نہ کرونگا" +

اہا ! اسی قسم کا خیال ہماری اعلےٰ ترین منزل مقصود ہے اور یہی معراج ہے جہاں ہم پہنچنا چاہتے ہیں۔ گو ہماری ترقی کسی قدر سست ہے +

ہماری دلی آرزو یہ ہے کہ ہم آج کے دن دنیا میں سب سے بڑے جنگی یا فوجی افسر ہونے کی بجائے مندرجہ ذیل مضمون کے خود مصنف ہوتے اور اس کے مصنف جیسی دلی محبت اور ہمدردی کا اظہار کرتے :-

"سمندر کے تنگ ساحل پر ہم دونو یعنی ایک چھوٹا سا پرندہ کبوتر اور میں چلے جاتے ہیں - میں جلد جلد اِدھر اُدھر بکھری ہوئی صاف ایندھن کی لکڑیاں ایک ایک کرکے چُنتا جاتا ہوں +

"زور کی لہریں موجزن ہوکر ساحل پر پہنچنا چاہتی ہیں - تیز ہوا کا جھکڑ چل رہا ہے اور جوار بھاٹے کا پانی اُونچے اُچھل رہا ہے - جبکہ ہم دونو سمندر کے کنارے جا رہے ہیں +

"جبکہ یہ پرندہ آہستہ آہستہ بولتا ہؤا اور غٹرغوں کرتا ہؤا جاتا ہے - تو میں اُسے غور سے دیکھتا ہوں - وہ میرا راگ سنکر یا میرے پھڑپھڑانے والے کپڑوں کی چمک دمک دیکھ کر بالکل نہیں گھبراتا اور چونکتا +

"اُسے اس بات کا ذرا بھی اندیشہ نہیں کہ میں اُسے مارونگا یا کسی طرح کی تکلیف دونگا - وہ بے خوف و خطر ہوکر میری طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے اور کیوں نہ دیکھے - جبکہ ہم دونو بڑے پکے دوست

ہیں +

"اے پیارے رفیق! جب رات کو آندھی خوب زور سے چلیگی - تو تُو اس وقت کہاں جائیگا۔ سخت سردی کے وقت مَیں تو آگ روشن کرکے تاپونگا - تُو بتا کہ تُو کس گرم بچھونے میں جاکر دبکیگا؟

"گو آسمان میں کتنا ہی سخت اور غضبناک طوفان چلے - پر مَیں تیرے لیئے ذرا بھی اندیشہ نہیں کرتا - کیونکہ ہم اور تُو دونو ایک ہیں اور ایک ہی ایشور پرم آتما کے بچے ہیں - تُو ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اور مَیں اتنے بڑے ڈیل ڈول کا انسان ہوں" +

ہماری یہ آرزو نہ ہونی چاہیئے کہ ہم اپنے فائدے کے لیئے دوسروں کو نقصان پہنچائیں - ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم جانوروں کو مار ڈالیں اور اُن کا سر تن سے جدا کرکے اُن کو ذبح کریں۔ اس سے خداوند تعالےٰ کی مخلوق اور کائنات کا انتظام درہم برہم ہو جاتا ہے - برعکس اس کے ہمارے خیالات ایسے ہونے چاہئیں جو ایمرسن صاحب نے اپنے اشعار موسومہ 'تحمل و بردباری' میں ظاہر کیئے ہیں اور جن کا منشا یہ ہے:-

"اگر تُو صبح اُٹھکر طرح طرح کے خوشنما پرندوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو اور ان کی میٹھی میٹھی راگنیاں سُنکر حظ اُٹھائے اور کبھی بندوق یا گولی چلاکر انہیں مار ڈالنے یا ڈرانے کی جرأت نہ کرے - اگر تُو رنگ برنگ کے خوشنما پھولوں کو ٹہنیوں پر دیکھ کر خوش ہو

اور اُن کو توڑے نہیں اور جہاں کا تہاں رہنے دے۔ اگر تُو نے امیر آدمیوں کے ساتھ صرف دال روٹی کھائی ہے۔ اگر تو نے خطرے میں پھنس کر بھی ایشور پر بھروسا رکھ کر بلا کسی ہتھیار کے خطرے کا مقابلہ کیا ہے۔ اگر تو اعلےٰ تر بن خصائل کو اس قدر پسند کرتا ہے کہ کسی دوسرے کے اوصاف دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور کبھی زبان سے بُرا لفظ نہیں نکالتا۔ تو تُو میرا دوست ہے۔ تو مجھ سے محبت کر اور مجھے اپنا سمجھ"*

مجرموں کے ساتھ برتاؤ

جس قدر کہ ہم میں اخلاقی۔ قلبی اور انسانی تربیت پھیلیگی۔ اُسی قدر ہم زیادہ عقلمندی اور انسانیت کے طریقے سے اُن لوگوں کے ساتھ سلوک کرینگے۔ جن کو ہم مجرم کہتے ہیں۔ یہ ایک صریح بات ہے کہ ہم نے اب تک اپنے ہمجنس مجرموں کے ساتھ پیش آنے کا راست طریقہ نہیں دریافت کیا ہے۔ ہمارے طریقے زیادہ تر سزا دینے پر مبنی ہیں اور ایسے طریقے نہیں ہیں۔ جن سے کہ جرم ہونے ہی نہ پائے۔ ہمارے طریقے ایسے ہیں کہ ان سے آخرکار لوگوں کو جرائم کرنے اور ہمیشہ کے لئے مجرم قرار دئے جانے کا میلان ہوتا ہے۔ اور ایسے نہیں جن سے کہ وہ آئندہ جرائم کرنے سے باز رہیں یا وہ قانون کے پابند اور معزز باشندگان شہر بن جائیں۔

غلطی کرنا انسان کا خاصہ ہے - پس جب ایک انسان ایک ایسی غلطی کرتا ہے - جس کو اور کوئی بھی کر سکتا تھا - اور ممکن ہے کہ ان خاص خاص حالتوں میں ہم میں سے بہت سے وہ غلطی کریں اور پھر ہم اس کو سزا دیں - سزا ہی نہیں بلکہ انتقام لینے کا ارادہ رکھیں تو ہم در اصل جس شخص کو مجرم ٹھیراتے ہیں - اور نقصان پہنچاتے ہیں - اُس پر ظلم کرتے ہیں اور اس کے برعکس اگر ہم کوئی اور زیادہ عقلمندانہ زیادہ عمدہ حلیمانہ رحم آمیز اور انسانیت کا طریقہ برتتے - تو ہم اُس شخص کو ہمیشہ کے لئے جرائم کی طرف راغب کرنے کی بجائے بہت کچھ سدھار سکتے تھے - اور اپنی قوم اور گروہ کے لئے باعث عزت اور فخر بنا سکتے تھے +

اسی طرح انگلستان میں دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی مرد یا عورت خستہ حال ہوتا ہے یا اس کی صحت میں فرق آ جاتا ہے اور اُسے کوئی محنت مزدوری نہیں ملتی اور بسا اوقات اس کی فاقہ کشی کی حالت ہوتی ہے - اور مجبور ہو کر پنچایتی کارگاہوں میں داخل ہوتا ہے - تو بہت سی کارگاہوں میں اس کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جاتا ہے کہ گویا وہ ایک حیوان یا چارپایہ ہے یا ایک غیر ذی روح شے ہے - نہ کہ وہ ایک انسان ہے - جو شخص ان کارگاہوں میں داخل ہوتا ہے - اُسے اس بات کی تو قطعی توقع چھوڑ دینی چاہیئے کہ لوگ اس کے ساتھ محبت کرینگے اور مہربانی اور ہمدردی سے پیش

آئینگے - اور بلا شک یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ان کارگاہوں میں جانے کی بجائے جان بوجھ کر خودکشی کر لیتے ہیں +

جب ہم ایک بار یہ سمجھ لیں کہ جو غلطی - گناہ - جرم وغیرہ سرزد ہوتے ہیں اور ان سے جو لازمی مصیبتیں اور نقصان وقوع میں آتے ہیں - اس سب کا باعث جہالت ہے - تب ہم اس بات کو بخوبی تسلیم کرینگے - کہ اگر ہم غلطی کرنے والے اور ٹھوکریں کھانے والے شخص کی در اصل مدد کرنا چاہتے ہیں - تو یہ ضرور ہے کہ اُسے سزا دینے کی بجائے اس کے ساتھ رحم اور ہمدردی ظاہر کریں اور مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں - آج کل کے مروجہ طریقوں سے لوگ مجرم بنینگے - اور ہمیشہ ان کو مجرم بننے کی خواہش ہوگی - ان طریقوں سے کوئی شخص خواہ مرد خواہ عورت - دیانتدار - ہمدرد اور قوی دل نہیں بن سکتا - یہ طریقے ایسے ہیں - کہ ان سے لوگ سوسائٹی یا قوم کے لئے خطرناک بن سکتے ہیں اور ایسے نہیں ہیں جن سے وہ اپنی قوم کی مدد کریں یا اپنی قوم میں اعلےٰ درجے کی خصلت قائم کرنے اور تہذیب اور شائستگی کے پھیلانے میں ممد و معاون ہوں +

زمانۂ حال کا ذکر ہے کہ انگلستان اور ویلز میں ایک سال کے اندر تقریباً ایک لاکھ ساٹھ ہزار شخص قید خانے میں بھیجے گئے - اس تعداد میں سے ایک تہائی سے زیادہ یعنی ۶۱ ہزار شخصوں کو ایک ہفتہ یا

ایک ہفتہ سے کم کی قید ہوئی - لیکن اگر ان ملکوں کا تعزیری طریق زیادہ عقلمندانہ اور مہذب ہوتا - تو ان میں سے بہت سے شخصوں کو قید خانے میں بھیجنے کی بالکل ضرورت نہ تھی اور نہ انہیں قید کرنا چاہیئے تھا - اس بارے میں اکثر دیکھا گیا ہے - کہ جہاں ملزم نے اوّل بار قید خانے میں قدم رکھا - وہیں وہ جرم کے اقدام پر مستعد اور ہمیشہ کے لیئے مجرم بنا - ان ٦١ ہزار شخصوں میں سے بہت سے تو اوّل ہی اوّل جرم کے مرتکب ہوئے تھے - اور بہت سے صرف تین یا چار روز کے لیئے قید کیئے گئے تھے - ایک شخص جس کی زندگی جرائم کرنے ہی میں گزری ہے - اس نے اکثر بار یہ کہا ہے - "اگر میں لڑکپن میں تین چار روز یا ہفتہ بھر تک قید نہ رہتا - تو میری کل زندگی بہت ہی مختلف ہوتی" - پس اگر ہم لوگوں کو آئندہ جرم کرنے سے روکنا چاہتے ہیں یا اگر ہماری یہ خواہش ہے - کہ آئندہ جرائم پیشہ لوگ نہ ہونے پائیں - تو جہاں تک ہم سے ہو سکے اُن کی یعنی مجرموں کی تعداد گھٹانی چاہیئے - اور خاصکر جن لوگوں نے صرف اول ہی بار اور تھوڑا سا یا خفیف سا قصور کیا ہے - ان کو مجرموں کے زمرے میں داخل نہیں کرنا چاہیئے *

اور پھر جو اکثر جیل خانے میں قیدیوں کی ناحق بے عزتی کی جاتی ہے - وہ نہایت ہی افسوسناک غیر ضروری اور بے معنی ہوتی ہے اور اس لیئے قابل تعجب ہے -

خدا جانتا ہے۔کہ قید خانے میں داخل ہونا ہی کافی بے عزتی ہے اور پھر اس کے ساتھ اور طرح سے ذلیل کرنا گویا زخم پر نمک چھڑکنا ہے۔ جیل خانے میں افسران جیل کی کوشش سے یا پہلے خراب نمونے یا نظیر کی بے سوچے سمجھے تائید کرنے سے قیدی کے ساتھ پاک و صاف مہربانی اور رحم سے پیش آنا ناممکن ہے۔اور اسلئے قیدی بھی دوسروں کے ساتھ رحیمانہ سلوک نہیں کرسکتے۔ پس ایک شخص کو ہمیشہ کے لئے مجرم بنانے کے لئے اس سے زیادہ کوئی عمدہ طریق نہیں ہے کہ اس کو جیل خانے میں بھیجا جائے۔ بجائے اس کے کہ ہم ایسی عقلمندانہ تجاویز نکالیں جن سے کہ شروع ہی میں اعلےٰ ترین صفت یعنی رحم انسانیت یا مہربانی قیدیوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ ترقی پکڑے اور روز بروز زیادہ ہوتی رہے۔اور ساتھ ہی وہ اپنی آپ عزت کرنا یعنی اپنی عزت و آبرو کا خیال رکھنا سیکھیں۔ہم اس صفت کو بالکل غارت کرنا چاہتے ہیں۔ پس کوئی تعجب نہیں کہ قیدی جیل خانے سے نکلتے ہی مقررہ انتظام ملک اور قوانین کے خلاف ہو جاتا ہے اور ان کو مجرمی نظر سے دیکھتا ہے۔یہاں تک کہ وہ اپنے سلئے اور سوسائٹی کے لئے پہلے سے زیادہ مہیب اور خطرناک بن جاتا ہے۔

خواہ کوئی قانون تعزیری ہو۔ خواہ کسی قسم کی قید کی سزا ہو۔لیکن اگر اس سے انسان کے اطوار بہتر نہیں ہوئے اور وہ ویسا ہی رہا۔جیسا کہ وہ جیل خانے

ہیں قدم رکھنے سے پہلے تھا - تو وہ قانون یا قید نہایت
ہی قابل افسوس ہے - کہیں کہیں جوانمرد اور لائق مرد
اور عورتیں ہیں جو نہایت ثابت قدم اور شیریں مزاج
ہیں - محبت ان کی سرشت میں کوٹ کوٹ کر بھری
ہے - یہ لوگ انسان کے سدھارنے کا کام کر رہے ہیں
اور بلا شور و شغب چپکے چپکے اور بتدریج ہمیں روز
بروز بہتر بنانا چاہتے ہیں - اگر ان لوگوں کی کوشش
سے ہماری تمدّنی حالت سدھر گئی اور ہم سب محنت
کے کام کرنے لگے اور ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک سب
لوگوں کو انسانیت رحم اور تزئین قلب کی تعلیم ہوئی -
تو امید ہے کہ ایک نہ ایک روز یہ مشکل معمّا حل
ہو جائیگا اور ہمارا فکر دُور ہو جائیگا +

ہمیں اپنی روز مرّہ کی زندگی میں اپنے ساتھیوں کے
ساتھ زیادہ ہمدردی کی ضرورت ہے اور مجرموں کے لئے
سزا کے طریقے ایسے ہونے چاہئیں کہ جن سے وہ آئندہ
جرم کرنے سے باز رہیں اور ان کو نیک کام کرنے
کی تعلیم ملتی رہے اور وہ اپنی موجودہ حالت کو برتر
بنا سکیں - اور اس کے برعکس جن طریقوں میں کینہ
اور انتقام لینے کی باتیں شامل ہیں - وہ طریقے بالکل
کفر میں داخل ہیں - اور بیوقوفی نامعقولیت اور فضول خرچی
پر مبنی ہیں - الزام لگانے والا اور مجرم ٹھیرانے والا کون
ہو سکتا ہے ؟ درحقیقت کوئی عقلمند مرد یا عورت ایسا
نہیں کر سکتی - اور فی الحقیقت جو لوگ ہم میں بدنصیب

ہیں اور مجرم ہیں اُن کو کبھی بیوقوفوں کے سپرد نہیں کرنا چاہیئے - بہت مدت نہیں گزری کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ دیوانہ اور پاگل لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا تھا جو آج کل مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے - اور اُن کو قصور وار ٹھیرایا جاتا تھا - مگر آج کل اس بدبخت فرقے کی بابت زیادہ عقل اور دانشوری کا خیال غالب ہے اور دیوانہ پن کو ایک قسم کی ذہنی بیماری سمجھتے ہیں - نہ کہ جان بوجھ کر گمراہ ہونا - گویا اب یہ خیال ہے - کہ یہ بیماری انسان کی مرضی پر موقوف نہیں ہے - بلکہ ایک مرض ہے جس پر انسان کا قابو نہیں چل سکتا +

جو لوگ ہم میں زیادہ عقیل و فہیم ہیں اور جنہوں نے وقت دیکر مجرموں کا بغور معائنہ کیا ہے - اور ان کی اصلاح اور امداد کے عمدہ عمدہ طریقے سوچے ہیں - انہوں نے تحقیق کیا ہے کہ انسانوں میں ذہنی بیماری کی طرح ایک قسم کی اخلاقی بیماری بھی ہے - اور جب ہم اس بات پر غور کرکے مجرموں کا انصاف کرینگے - تو دیکھوگے کہ ہمارے موجودہ سزا دینے کے طریقوں میں بہت کچھ عمدہ تبدیلیاں وقوع میں آ جائینگی +

جس قدر ہمارا انسانوں سے اور حیوانات سے تعلق ہے اس سب میں ہمدردی کو زیادہ دخل ہونا چاہیئے - ہر ایک زندہ مخلوق کو بطور زندہ مخلوق کے خیال کرنا چاہیئے اور اسی طرح اس کا لحاظ اور اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے - اور اس کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ تو صرف ایک غیر ذی روح

شے ہے یا ایک ایسی شے ہے جس سے صرف ہم اپنا مطلب نکال سکتے ہیں اور اس کے ہم پر کوئی حقوق نہیں ہیں +

کیا تمہیں ایک پنجرے میں بند چڑیا کی کہانی یاد ہے؟ مجھے اس کے کچھ شعر یاد آئے۔ میں تمہیں ان کا مطلب سناتا ہوں :-

"افسوس جو چڑیا گانے کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ لوگوں نے اُسے ایک پنجرے میں بند کر دیا۔ اُس کے پر کاٹ ڈالے ۔اور اُس کا پنجرا کھُلی ہوا میں رکھنے کی بجائے ایک میلی کچیلی تنگ گلی میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اس کے گانے کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہی خوشنما اور شیریں آواز ہے۔ لیکن اس چڑیا کے دل سے پوچھنا چاہیئے۔ در اصل اس کا دل مغموم ہے۔ اور اس کے راگ اور چہرے سے اُداسی ٹپکتی ہے۔ کیونکہ اُسے ہر دم اُن جنگلوں کا خیال ہے جہاں وہ آزادی سے زندگی بسر کرتی تھی۔ اسے اپنے جنگل کا گھونسلا یاد آتا ہے جس کو اب وہ کبھی نہ بنائیگی۔ اُسے اپنے اس درخت کا بسیرا لینا یاد ہے جس پر کہ صبح ہوتے ہی وہ اپنی مرضی کے موافق چہچہے جہاں اُڑ جاتی تھی اور وہ اپنے ساتھی کو نہیں بھولتی جس سے اب وہ ہرگز نہ مل سکیگی۔ اور روز بروز جب لوگ اس کی آواز اس بند پنجرے میں اور گلی میں سُنتے ہیں۔ تو وہ تو خوش ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس اس چڑیا کے دل سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ اس کا

کیا حال ہے" +

جس زرّیں قاعدہ کا ہم اپنے ہمجنسوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں استعمال کرتے ہیں - وہی قاعدہ ہمیں جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں برتنا چاہیئے - اور جو شخص اس قاعدے کو نہیں برتتا - وہ ہرگز سچّا پارسا نہیں بن سکتا - اور نہ وہ در اصل مرد یا عورت کہلانے کے لائق ہے - دیکھو ہمیں کیڑوں سے کس قدر مدد ملتی ہے - اگر کیڑے نہ ہوتے - تو زمین میں ہمارے لئے اناج وغیرہ پیدا نہیں ہو سکتا - غرضکہ زمین کا ٹھیک ٹھیک حالت پر رہنا کیڑوں ہی پر موقوف ہے - اگر پرندے نہ ہوتے - تو کچھ عرصے میں تمام روئیدگی اور نباتی زندگی صفحہ ہستی سے معدوم ہو جاتی اور اس سے ہمارا زندہ رہنا بھی مشکل ہو جاتا - پس ہم کیڑوں اور پرندوں کے بہت کچھ احسانمند ہیں اور ان سے ہم کو بڑے بڑے فائدے پہنچتے ہیں - جب ہم سچی ہمدردی اور محبت سے جانوروں کی عادات کا بغور مطالعہ کریں اور ان سے بخوبی واقف ہو جائیں - اور جو کام کہ ہر ایک جانور کرتا رہتا ہے - اس کو اچھی طرح جان لیں - تب ہم معلوم کرینگے کہ خداوند تعالےٰ کے انتظام کائنات میں ہر ایک جانور کے لئے خدمت مقرر کی گئی ہے - ہر ایک کو اپنا اپنا کام کرنا پڑتا ہے اور ہر ایک کو اُس کا اپنا کام کرنے کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے - اور حیوانی دنیا سے ہمارا تعلق ایسا ہی ہے -

جیسا کہ انسان کا انسانوں سے ہے - اگر ہم جانوروں کو مار کر خداوند تعالےٰ کے انتظام کائنات کو درہم برہم کرینگے - تو اس میں سراسر ہمارا ہی نقصان ہے - پس بجائے اس کے کہ ہم حیوانات کے دشمن بنیں - اور اُن کو طرح طرح کے عذاب دیں اور غارت کریں - بہتر ہے کہ ہم اُن کے دوست اور مددگار بنیں +

حیوانات کے رہنے کی جگہ - گوشالا وغیرہ

ہم انسانوں کے لیئے تو بہت کچھ کرتے ہیں - لیکن جانوروں کے لیئے کچھ بھی نہیں - دیکھو مرد اور عورتوں کے لیئے بے شمار اسپتال اور آرامگاہیں بنی ہوئی ہیں - لیکن حیوانات کے لیئے اس قسم کے مکان شاذ و نادر ہی ہیں - اب تک حیوانات کے لیئے کہیں کہیں ایک آدھ مکان ہے - ہمیں اُن کے لیئے کثرت سے مکانات کی ضرورت ہے - ہمیں اپنی طرح حیوانات کے لیئے اسپتالوں اور مکانات کی ضرورت ہے - اور جہاں آج ایک ایسا مکان نظر آتا ہے - ہمیں یقین ہے کہ آئندہ وہاں پر ایسے بیسیوں کیا بلکہ سینکڑوں مکانات بن جائینگے +

دور دراز ملکوں میں بمبئی ایک ایسا مقام ہے جہاں جیوانوں کے لیئے غالباً دنیا میں سب سے بڑا اور نہایت

کمل اسپتال موجود ہے - اس میں علاج کے لئے مریض
حیوان رہتے بھی ہیں اور باہر کے مریض حیوانوں کا بھی
یہاں علاج ہوتا ہے - اور یہاں پر تمام قسم کے
حیوانوں کا بڑی احتیاط سے علاج ہوتا ہے - جیسا کہ
کہ مغربی ملکوں کے اسپتالوں میں انسانوں کا علاج ہوتا
ہے - ہر سال دو ہزار حیوان اسپتال میں زیر علاج
رہتے ہیں - اور ایک ہزار باہر رہنے والے حیوانوں کا
علاج ہوتا ہے - اس ہسپتال میں کل چھوٹے بڑے
قریب چالیس کے مکانات ہیں - اور ان میں سے بعض
مکانوں کی ساخت اور سامان آرائش و اسباب وغیرہ
یورپ کے بہت سے باقاعدہ اسپتالوں سے بھی بڑھکر
ہیں +

حیوانوں کے لئے اس عالیشان ہسپتال کی بنیاد ایک
پارسی سوداگر ہندوستان کے باشندے مسمی سر ڈنشا
مانک جی پیٹٹ نے ڈالی تھی - اس کو بائی ساکر
بائی ڈنشا پیٹٹ کا بنایا ہوا حیوانوں کا اسپتال کہتے
ہیں - اور بمبئی کے بہت سے باشندے اس کی امداد
کرتے ہیں - یہ لوگ اس نیک کام میں دل سے شوق
لیتے ہیں +

اس اسپتال میں صرف ہر قسم کے پالتو جانوروں
کا ہی علاج اور خبرگیری نہیں ہوتی - بلکہ جنگل کے
حیوان اور جنگلی پرندے جو کسی وجہ سے زخمی یا تکلیف
کی حالت میں ہوتے ہیں - ان کو بھی یہاں لاکر علاج

کرتے ہیں - اور جب تندرست ہو جاتے ہیں۔تو اُن کو آزاد کر دیتے ہیں +

یہ ہسپتال بمبئی کا فخر ہے اور ہندو لوگ اس کی امداد میں زرکثیر خرچ کرتے ہیں - اس کارخانے کو وقف کرتی دفعہ سر ڈنشا نے یہ ایک خاص اور ضروری شرط کر لی تھی کہ اس میں کوئی زندہ جانور نہ کاٹا جائے - "کیونکہ ہندو جو اس کار خیر کے بڑے مددگار ہیں - ایسا کرنے سے اُن کا دل دُکھیگا - اور اگر انہیں یہ حال معلوم ہو جائے تو وہ فوراً مدد دینا بند کر دینگے - اور اس سبب سے اسپتال کو نقصان پہنچیگا"- اس ہسپتال کا انتظام انگریزوں کے ہاتھ میں سونپتے ہوئے سر ڈنشا نے یہ بات اپنی دستاویز میں صاف طور پر لکھ دی تھی +

حیوانوں کے لئے اس عظیم الشان ہسپتال کے علاوہ بمبئی میں ایک ذی اختیار اور با اقتدار سوسائٹی بھی ہے - جس کا مطلب یہ ہے کہ حیوانات کے ساتھ بے رحمی نہ کی جائے - اور ان کی تکلیفوں کا دفعیہ کیا جائے - ایک پنجرا پول ہے جہاں تھکے ماندے جانوروں کی خبرگیری اور پرورش کی جاتی ہے - یہ جانور تندرست ہونے تک یا مرنے تک یہیں رہتے ہیں - کلکتہ کے قریب بھی ایک ایسا ہی مقام ہے - جسے ذی اختیار ہندوؤں نے تقریباً تیرہ برس پیشتر قائم کیا تھا - یہ مقام شہر سے قریباً دس میل کے فاصلے پر سود پور سٹیشن کے قریب ہے اور اس کے انتظام کے لئے تقریباً اسی

مددگار اور تجربہ کار وٹرنیری سرجن یا جانوروں کا علاج کرنے والے ڈاکٹر تعینات ہیں +

ہندوستان کے بہت سے شہروں میں مذکورہ بالا قسم کے مکانات پائے جاتے ہیں۔ کلکتے میں جو یہ جانوروں کے لئے مکان بنا ہؤا ہے۔ لندن ٹیلیگراف نامی اخبار میں ایک شخص اس طرح بیان کرتا ہے :۔

"یہ سچ ہے کہ عیسائیوں کی نسبت ہندوستانی حیوانوں کی ادنےٰ دنیا کو زیادہ تعظیم اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چونکہ ہندو لوگ جانوروں کا گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس سے ایک عجیب اثر نمایاں ہوتا ہے۔ ایک نو وارد فرنگی جب وہ بڑودہ ناسک یا برہمنوں کے کسی بڑے شہر میں سیر کرتا جاتا ہے۔ تو وہ نہایت تعجب سے یہ دیکھیگا کہ وہاں کے جانور بھی کیسے امن چین سے رہتے سہتے ہیں۔ شہروں کے نہایت آباد حصوں میں بندر چھتوں کی منڈیروں پر بیٹھ جاتے ہیں اور چڑ چڑ کرتے رہتے ہیں۔ دھاریدار گلہریاں دکانوں کے بانسوں یا ستونوں پر اوپر نیچے دوڑتی رہتی ہیں۔ سبز رنگ کے طوطے چیختے ہوئے سڑکوں یا گلیوں میں ادھر سے اُدھر اڑتے پھرتے ہیں۔ فاختہ۔ کبوتر۔ کوئل چڑیا وغیرہ ہر جگہ بیٹھ جاتی ہیں۔ کُوکُو کرتی ہیں اور گھونسلا بناتی ہیں۔ لومڑیاں کنوؤں اور تالابوں کے پاس پھرتی رہتی ہیں۔ نیولے باغ کے دروازوں اور پھاٹکوں کے اندر اور باہر آتے رہتے

ہیں ۔چیل اور کوّے بازاروں میں جہاں خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے بیباکانہ اُڑتے ہیں۔ جنگلی کبوتر اور تمام قسم کے پرندے خوراک کی تلاش میں شہروں میں نڈر ہو کر اُڑتے پھرتے ہیں ۔اور رات کے وقت گیدڑ بھی شوخی سے شہروں کے گرد و نواح کے اندر گھس آتے ہیں ۔ انسان اور ادنےٰ حیوانات میں ایک بڑا امن و امان نظر آتا ہے ۔اور جو شخص قدرت سے محبت رکھتا ہے ۔اس کے لئے یہ نظارہ در حقیقت بڑا دلکش اور دلفریب ہے"۔

یہاں پر ہم چند فقرے ایک ہندو مصنف کی تصنیفات سے نقل کرتے ہیں ۔اس شخص کی امریکا و انگلستان میں بڑی عزت ہے اور بہت سے لوگ اس کو جانتے ہیں :۔

"جب ہندوؤں کے لڑکے اور لڑکیاں مدرسے میں جاتے ہیں اور ابتدائی سبق پڑھتے ہیں ۔تو اُنہیں شروع ہی سے انسانیت اور دیا دھرم کے اصول سکھاتے ہیں اور اس لئے جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں ۔تو وہ تمام زندہ مخلوق کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں ۔ان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے ۔اُدنےٰ جانوروں پر رحم کرو۔ ان کو اپنے کھانے کی خاطر ہلاک نہ کرو ۔کیونکہ انسان کی قدرتی یا اصلی غذا جانور نہیں ہے ۔میں نے سنسکرت کی پہلی کتاب میں یہ تعلیم حاصل کی تھی ۔جس حالت میں کہ زمین کی خود رَو پیداوار سے کافی غذا آسانی سے

مل سکتی ہے۔ تو پھر کون شخص ایسا بھاری گناہ کریگا کہ جانوروں کو اپنا پیٹ بھرنے کے لئے اور ذرا سا ذائقہ چکھنے یا مزا لینے کے لئے ہلاک کرے"؟

"ہر ایک جانور میں روح ہوتی ہے۔ وہ اپنی شخصیت رکھتا ہے اور اس کو 'میں' یا خود کا علم ہوتا ہے۔ وہ خوشی اور رنج محسوس کرتا ہے۔ اُسے موت کا ڈر ہوتا ہے۔ اور جینے کے لئے جد و جہد کرتا ہے۔ ہر ایک جانور میں زندگی کا بیج رفتہ رفتہ مختلف انقلابات میں سے ہو کر گزریگا اور آخرکار انسانی صورت میں نمودار ہوگا۔ اسلئے ہندؤں کا مذہب فلسفہ اور کتب دینی یعنی شاستر یہ تلقین کرتے ہیں کہ جیسے زندگی یا جان ہم کو پیاری ہے اسی طرح ادنےٰ حیوانوں کو بھی عزیز ہے۔ جیسے کہ ہم ہلاک ہونا نہیں چاہتے۔ اسی طرح وہ بھی ہلاک ہونے سے ڈرتے ہیں۔ ہندو شاستروں میں لکھا ہے۔ 'کسی جانور کو دل لگی یا ذائقہ کے لئے جان سے نہ مارو۔ کائنات کی تناسب اور ہم آہنگی پر نظر ڈالو اور تمام زندہ مخلوق کی مدد کرنے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ' +

"جب ہم کسی جانور کو اپنی خوراک ذائقہ یا دل لگی کے لئے مار ڈالتے ہیں۔ تو ہم خود غرض ہیں۔ یہ ہم میں پرلے درجے کی خود غرضی ہے جس سے ہم اور جانوروں کے حقوق کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہم اپنی غذا اور دل بہلانے کے لئے بیگناہ جانوروں کو مار ڈالنے یا انہیں تکلیف پہنچانے یا ان کو ان کے حقوق سے محروم کرنے

کی کوشش کرتے ہیں - اس قسم کی خود غرضی تمام
فاسد خیالات اور بُرے کاموں کی اصل ہے - جو شے کہ
ہمیں خود غرض بناتی ہے اور ہمیں اپنے ادنےٰ نفس
یا نفس امّارہ کی طرف رجوع کرتی ہے - وہ ذلیل کرنے
والی اور بُری شے ہے - اور جو شے کہ ہم کو خود غرضی
کی طرف نہیں لے جاتی اور بلا غرضانہ کام کرنے کی طرف
رجوع کرتی ہے - وہ وقر دلانے والی اور نیک شے ہے -
جو شے ہم کو روح کی یکتائی کے سمجھنے سے روکتی ہے -
وہ غلط ہے اور جو شے ہماری روحانی بصارت کو کھولتی
اور ہمیں یہ دکھاتی ہے کہ ایزدی طاقت ادنےٰ جانوروں
کی صورت میں خود ظاہر ہوتی ہے اور جو شے کہ ہمیں
ادنےٰ جانوروں پر اسی قدر الفت اور محبت کرنا سکھاتی
ہے جس قدر کہ ہم اپنے نفس سے محبت کرتے ہیں -
وہ در اصل پاک متبرک اور ایزدی شے ہے" +
مندرجہ بالا واقعات کی رو سے ہم معلوم کر سکتے ہیں
کہ حیوانی دنیا کے تعلقات کے بارے میں ہمیں ہندؤں
سے بہت کچھ سیکھنا باقی ہے - اُنہوں نے کائنات
کی اس بڑی حقیقت یعنی اصلی یگانگت یا زندگی کی
اصلی یکتائی کو ہماری نسبت زیادہ مکمل طور پر سمجھ
لیا ہے - جب ہم اس بڑی حقیقت کو بخوبی سمجھ لینگے -
اور جب ہم اس کے مطابق زندگی بسر کرینگے - اُس وقت
ہماری تہذیب اور شائستگی ایک باقرینہ اور متناسب
تہذیب ہوگی - اور اُس وقت ہماری تہذیب پوری پوری

اور مکمل ہوگی - نہ کہ یک طرفہ اور مذبذب تہذیب - جیسی کہ موجودہ حالت میں ہے - اس وقت یہ تہذیب تمام قوموں کے لیئے اور روے زمین کے تمام لوگوں کے لیئے ایک نعمت غیر مترقبہ اور باعث برکت ہوگی۔ جو سوسائٹی کہ جانوروں پر بیرحمی کرنے کے انسداد کے بارے میں ایک ایسے شہر میں ہے جس کو بعض لوگ غیر مہذب کہتے ہیں - اس سوسائٹی کے ایک جلسے میں جو ایک شخص نے تقریر کی - ہمیں اس پر عمل کرنا لازم ہے - جب یہ شخص اس سوسائٹی کے ممبروں کی تعداد کم از کم پچاس ہزار تک پہنچانے کی تاکید کر رہا تھا - اُس وقت اس نے لوگوں سے یہ کہا - "جنگلوں میں جہاں جنگلی ہرن دوڑتے پھرتے ہیں - اور ہوا میں جہاں پرندے اُڑتے رہتے ہیں - اور ان راستوں اور پگ ڈنڈیوں میں جہاں ہمارے ملک کے بچّے اور نوجوان ادھر سے اُدھر گزرتے رہتے ہیں - رحم کا لفظ لکھو اور رحم کی تصویریں کھڑی کر دو"۔

اس میں شک نہیں کہ نہایت عمدہ اور شائستہ مرد اور عورت ہماری انسانیت اور تہذیب سکھانے والی سوسائیٹیوں اور ہماری حیوانات پر بیرحمی اور ظلم کے دفعیہ کے لیئے جو ہم نے چند مکانات اور ہسپتال تجویز کیئے ہیں - ان سب کو امداد دے رہے ہیں - لیکن اس میں ہمیں اور زیادہ اور کلّی امداد کی ضرورت ہے - مگر اس بارے میں لوگوں کا شوق بڑھتا جاتا ہے - اور میرے

خیال میں وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے جبکہ باحیثیت اور مقدور والے مرد اور عورت جس قدر وہ اب انسانوں کے لئے مکانات وغیرہ بنا رہے ہیں۔اسی قدر حیوانات کے لئے بھی مکانات اور ہسپتال وغیرہ بنانے میں دل کھول کر روپیہ دینگے۔ علاوہ بریں ہم میں جو زیادہ عقیل۔زیادہ رحیم اور زیادہ دور اندیش ہیں۔وہ تربیت قلب اور انسانیت اور تہذیب کی تعلیم کے ہر ایک کام اور تحریک کے لئے فیاضی سے امداد دینگے۔یہاں تک کہ تکلیف اور مصیبت کا پہلے ہی سے دفعیہ ہو جائیگا۔ ذرا لوگوں کو اُکسانے اور ان میں سوچ سمجھ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔پھر سب کچھ ہو جائیگا۔ عملاً یہ دیکھا گیا ہے کہ تمام بیرحمی اور بدسلوکی کے معاملات اور اوروں کے ساتھ پیش آنے میں تمام قسم کی لاپرواہی کرنے کا باعث بے خبری اور ناعاقبت اندیشی ہے۔یا یہ کہو کہ یہ سب باتیں شروع میں بے خبری سے پیدا ہوتی ہیں۔پس ہر ایک کام میں سوچ سمجھ کا ہونا سب سے مقدم ہے *

ہمیں اپنے آس پاس کے حیوانات سے ہمدردی کرنا سیکھنا چاہیئے۔ ہمیں اس بات کو بخوبی سمجھنا چاہیئے۔کہ ان کو جان ایسی ہی پیاری ہے۔جیسی کہ ہم کو ہے۔ ان کو اسی قدر تکلیف ہوتی ہے۔جیسی کہ ہم کو ہوتی ہے ان کو سختی اور دھکی سے ایسا ہی دکھ پہنچتا ہے۔جیسا کہ ہم کو پہنچتا ہے۔اُن پر ہمارے خیالات کا ویسا

ہی اثر ہوتا ہے۔جیسا کہ ہم پر ایک دوسرے کے خیالات کا اثر ہوتا ہے۔ وہ رحم اور مہربانی کے سلوک کو ویسا ہی پسند کرتے ہیں اور اس کی ویسی ہی قدر کرتے ہیں۔جیسی کہ ہم کرتے ہیں۔ اور وہ ویسی ہی الفت اور محبت پیدا کرتے ہیں۔جیسی کہ ہم کرتے ہیں۔

غیر فانی رُوح

مختلف حیوانات کی زندگیوں کے متعلق بہت سے واقعات اور کہانیاں نہایت ہی دلچسپ اور بیش قیمت ہیں۔یہاں ان کو طوالت کے خیال سے نہیں بیان کیا جاتا۔ ان واقعات اور کہانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں نے اپنے مالکوں اور رفیقوں کے ساتھ کس قدر جان نثاری ظاہر کی ہے۔ اور ان سے ان کی تیز فہمی۔ قوت حافظہ۔ قوت ممیزہ اور دلیل لانے کی طاقت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کہ ایک جانور نے خصوصاً کتے نے اپنے مالک رفیق یا اجنبی کی جان بچانے کے لئے یا اس کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈال دیا ہے اور اپنی جان کی حفاظت یا سلامتی کا ذرا بھی خیال نہیں کیا۔ چند ہی ہفتے گزرے ہیں کہ میں نے اپنے روزانہ اخبار کے ایک صفحے پر دیکھا کہ سوئٹزرلینڈ کے ایک پہاڑ پر بیری کُتے کی ایک یادگار بننے والی ہے۔ یہ وہ مشہور سینٹ برنارڈ کا کُتا ہے۔جس نے

اپنی زندگی میں قریب چالیس شخصوں کی جانیں بچائی تھیں +

اس کے علاوہ میری یاد میں اور بہت سی عمارتیں ہیں جو جانوروں کی وفاداری یا جان نثار خدمات کے صلے میں بطور یادگار تعمیر کی گئی ہیں - بہت سے لوگوں نے مختلف جانوروں کی جان توڑ خدمات کی عوض شکرگزاری کے سچے آنسو بہائے ہیں اور ان کو مدّت تک یاد کرتے رہے ہیں - اور جب ہم جانوروں کو بغور دیکھتے ہیں اور ان کی اندرونی طبیعت یا روح پر نظر ڈالتے ہیں - اور جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے - کہ ان جانوروں میں مختلف قسم کے جذبے مثلاً محبّت - خوف - جوش دلی - اعتماد وغیرہ بھرے ہوئے ہیں - اور یہ کس طرح کے عجیب عجیب سوال یا اشارے کرتے رہتے ہیں - تو پھر کیا ہم اُن لوگوں کی صحبت میں رہ سکتے ہیں - جن کا یہ خیال ہے کہ انسانوں اور جانوروں میں زمین آسمان کا فرق ہے اور یہ فرق ہمیشہ کے لیئے قائم رہیگا - علاوہ بریں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں - کہ بہت سے جانور انسانوں کی نسبت زیادہ دیانتداری اور اتفاق کی زندگی بسر کرتے ہیں - میرا تو بذات خود یہ یقین ہے کہ جانور اعلےٰ درجے کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں - گو وہ اس کوشش میں ہماری طرح کبھی کبھی ناکامیاب رہیں اور حیوانات بھی انسانوں کی طرح رفتہ رفتہ روز بروز اعلےٰ رتبے کو پہنچتے جاتے ہیں - جانوروں اندر

انسانوں کا حقیقی باپ ایک ہی ہے - اُس نے اپنی کسی مخلوق کو بیفائدہ یا صرف چند روز کے لئے پیدا نہیں کیا - جہاں کہیں روح ہے - خواہ وہ حیوان میں ہو خواہ انسان میں - وہ ہمیشہ غیر فانی رہیگی - گو وہ شکل اور جسم جس میں روح رہتی ہے اور جس کے ذریعے اپنا اظہار کرتی ہے - بدل جائے اور رفتہ رفتہ غارت ہو جائے - یہ روح کبھی فنا نہیں ہوتی - گو وہ اپنی موجودہ حالت کے مطابق نیا قالب بدل لیتی ہے - اور پرانا قالب چھوڑ دیتی ہے ٭

ہم نے خاص خاص مثالیں دیکر ثابت کیا ہے کہ جانوروں کو ہماری بے پرواہی کے باعث بہت کچھ تکلیف اور ایذا پہنچتی رہتی ہے - لیکن اس سے ہمیں کافی طور پر معلوم ہو جائیگا کہ جس قدر تکلیف اور ظلم ہم حیوانات پر روا رکھینگے - اس کا بُرا نتیجہ ہم کو بھی بھوگنا ہوگا - اس میں کوئی کلام نہیں - کیونکہ جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مسئلہ بالکل ٹھیک ہے - پس سب سے ضروری امر یہ ہے کہ بچوں کو یہ تعلیم دی جائے کہ تم حیوانوں کے دشمن نہ بنو - بلکہ اُن کے دوست بنو - اور انہیں اپنی ہمجنس مخلوق سمجھ کر ان کی خبرگیری - پرورش اور محافظت کرتے رہو ٭

بچوں کو یہ سکھاؤ کہ وہ جانوروں سے ہمیشہ مہربانی سے بولیں اور ان کی نسبت مہربانی کے خیالات کو اپنے دلوں میں جگہ دیں - بعض حیوانات بڑے سریع الحس

ہوتے ہیں۔ اُن پر عموماً ہمارے خیالات اور جذبوں کا بہت کچھ اثر ہوتا ہے اور وہ بہت کچھ محسوس کرتے ہیں۔ بعض حالتوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جس قدر اثر ان جانوروں پر پڑتا ہے۔ بہت سے انسانوں پر اُتنا اثر نہیں پڑتا۔ جب ہم گھوڑے کے پاس سے گزرتے ہیں۔ تو ہم اس سے اسی طرح بات چیت کیوں نہیں کرتے۔ جیسے کہ ہم اپنے ہمجنس انسان سے کرتے ہیں۔ گو وہ گھوڑا ہمارے لفظوں کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن وہ ان کا مطلب سمجھ جاتا ہے اور جو خیال ہم اُن لفظوں سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اُس کے اثر کو محسوس کرتا ہے۔ بچّوں کو اس طرح جانوروں کے دوست بننا سکھاؤ۔ بچّوں کو شروع ہی سے یہ تعلیم دو کہ وہ جانوروں کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں۔ نہ ان کو گالی دیں اور نہ اُن کے ساتھ بیرحمی سے پیش آئیں۔ مثلاً جب گھوڑا یا بیل تھکا ہوا ہو یا بوجھ سے دبا جاتا ہو۔ تو اس وقت اُس کو شاباشی یا حوصلہ دینا چاہئے۔ نہ کہ اُس کے چابک مارنا چاہیئے۔ اس وقت اس کو دلاسا اور شاباشی دینے سے اس کی ہمت بڑھتی ہے۔ اور وہ بوجھ کو خوشی سے کھینچ لئے جاتا ہے۔ آج کل زیادہ تر چابک سے کام لیا جاتا ہے اور جس موقع پر چابک کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی۔ تب بھی خواہ مخواہ چابک ہی مارتے ہیں ٭

امریکہ کا ایک سیاح جو سواری میں روس کے فرشتہ صفت ٹالسٹائی نامی بزرگ کے ساتھ تھا۔ بیان کرتا ہے کہ ٹالسٹائی کبھی گھوڑوں کے چابک نہیں لگاتا۔ اور جب اُس نے اس کا سبب پوچھا۔ تو ٹالسٹائی نے جواب دیا۔ "میں اپنے گھوڑوں سے باتیں کرتا ہوں۔ اُن کو مارنا پیٹنا نہیں"۔ ہمیں اِس بزرگ سے سبق سیکھنا چاہیئے اور اس نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے÷

دل اور رُوح کی تربیت

اگر میں تعلیم و تربیت دہندہ ہوں۔ تو اس امر کی کوشش کرونگا کہ میرے بچے رحمدلی۔ مروت اور انسانیت سیکھیں۔ اگر ان کو قاعدے۔ اصول اور واقعات سکھلائے جائینگے۔ تو وہ ان میں سے بہت سے بھلا دینگے۔ مثلاً دس قاعدوں میں سے غالباً ایک ہی یاد رہیگا اور نو کو بھلا دینگے۔ لیکن ان کو اس اعلےٰ قسم کی تربیت دینے سے۔ جو تمام قسم کی تربیت کی اصل ہے۔ اور سب میں اعلےٰ تربیت ہے۔ مَیں ان کو ایک ایسی شئے بہم پہنچاؤنگا جس سے وہ یک لخت اشرف المخلوقات کے زمرے میں شمار کیئے جائینگے۔ مَیں اس رحمدلی کی تربیت کی طرف اُن کی خاص توجہ ہی نہیں دلاؤنگا اور اُن کا خاص وقت ہی اس میں نہیں صرف کرونگا۔ بلکہ مَیں اس تربیت کو اپنے تمام کاروبار میں جاری کرونگا۔

اور اس کو ہر ایک کام میں پورا پورا دخل ہوگا۔ ایک مدرس جو اس کام میں ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے۔ ہر حالت میں اس قسم کی تربیت کے موقعے ڈھونڈ سکتا ہے ؎

ایم ڈی سیلی ایک مشہور فرانسیسی مدرس جو کئی برسوں سے اپنے سکول میں باقاعدہ طور سے رحمدلی کی تعلیم و تربیت دے رہا ہے۔اس طرح بیان کرتا ہے:۔

"مجھے مدت سے یقین ہے کہ حیوانات کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے پیش آنے سے بڑے بڑے نتائج ظہور میں آتے ہیں۔اور اس سے صرف دنیاوی دولت ہی نہیں بڑھتی۔بلکہ یہ اخلاقی بہبودی کا آغاز ہے۔جس طرح پر میں اس امر کی تعلیم دیتا ہوں۔اس سے میرے مدرسے کی روزمرہ کی کارروائی میں کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔ ہفتے میں دو روز تمام سبقوں کی تعلیم اس مضمون کا خیال رکھ کر دی جاتی ہے۔زباندانی کا سبق پڑھنے والی جماعت میں میں حیوانات پر کوئی کتاب انتخاب کر لیتا ہوں اور ہمیشہ مفید ہدایت اور نصیحت دیتا رہتا ہوں۔ لکھائی کی کاپیوں میں علم حیوانات کے متعلق باتیں ہوتی ہیں اور حیوانات کے ساتھ انصاف اور مہربانی سے پیش آنے کے خیالات درج ہوتے ہیں۔میں یہ ثابت کرتا ہوں۔کہ اگر جانوروں سے سخت محنت نہ لی جائے اور ان کو صاف اور کشادہ اصطبلوں میں رکھا جائے۔ان کو عمدہ غذا بہم پہنچائی جائے اور ان کے ساتھ نرمی اور

ملائمت سے سلوک کیا جائے - تو اُن سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے - مَیں پرندوں اور بعض چھوٹے چھوٹے جانوروں کا بھی ذکر کرتا ہوں جو کسانوں کے حق میں بہت مفید ہیں ٭

"اس کے نتائج نہایت ہی قابل اطمینان ہوتے ہیں - اس سے بچّوں میں شر اور دنگہ کرنے کی عادت بہت کم ہو جاتی ہے اور وہ آپس میں زیادہ محبت اور نرمی سے برتتے ہیں - وہ حیوانات کے ساتھ زیادہ مہربانی اور محبت سے پیش آتے ہیں اور انہوں نے پرندوں کے گھونسلے چُرانا اور پرندوں کو جان سے مار ڈالنا چھوڑ دیا ہے - اُن کے دلوں پر جانوروں کی تکلیف کا بڑا اثر ہوتا ہے - اور جب اَور لوگ جانوروں سے بیرحمی سے پیش آتے ہیں - اس وقت وہ بڑا دکھ محسوس کرتے ہیں - اور اُنہیں اس قدر سچّا دکھ ہوتا ہے - کہ اَور لوگ بھی انہیں دیکھ کر جانوروں پر ترس کھانے اور اُن سے ہمدردی کرنے لگتے ہیں" ٭

مسٹر جارج ٹی اینجل امریکا کی ھئومین ایجوکیشن سوسائٹی کے پریسیڈنٹ نے یہ کہا ہے :-

"میں تمہارے سامنے کھڑا ہو کر ادنےٰ مخلوق یعنی حیوانات کی طرف سے وکالت کرتا ہوں اور ایسی بات بیان کرتا ہوں جس کے برخلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا - وہ بات یہ ہے کہ جتنی جلدی اور جہاں تک ہم اپنے سکولوں میں ان ادنےٰ مخلوق پر رحم کرنے کے بارے

میں گیت - اشعار اور زباندانی کی کتابوں کا سلسلہ رائج کرینگے - اتنا ہی جلد اور اسی قدر ہم بیرحمی ہی کی اصلیت کو نہیں بلکہ تمام جرائم کی اصلیت کو غارت کر دینگے ....

"اگر نالش کرنے اور سزا دلانے سے ایک شخص کو جانوروں پر ظلم و تعدّی کرنے سے روک سکتے ہیں۔ تو نرمی اور رحمدلی کی تعلیم سے ہزاروں کے دلوں کو نرم کرکے جانوروں کو ان کے ظلم و تعدّی سے بچا سکتے ہیں" +

ہماری نئو انگلینڈ کی ایک ریاست میں ایک مدارس کے سپرنٹنڈنٹ نے ہمدردی اور انسانیت کی تعلیم کے بارے میں اپنے ہمجنسوں سے جو اپیل کیا ہے - اُس میں سے ایک دو فقرے یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں:-

"اے میرے ہم پیشہ مدرسو! ہمیں اپنی تعلیم کو زیادہ قوی جاندار اور دلچسپ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے - ہمیں اپنے طلبہ کے سامنے ایک ایسی چیز پیش کرنی چاہیئے جس میں گوناگونی اور دل لگی پائی جائے۔ ہمیں اس سے بھی بڑھ کر کچھ کرنا چاہیئے۔ ہمیں ہمدردی اور انسانیت کی تعلیم شروع کرنی چاہیئے - آج کل جس کو اکثر تعلیم کہتے ہیں - وہ محض بے سود اور بے سروپا محنت ہے - ہم میں سے بہت سے شخص اپنی پڑھائی کی کتابوں میں مستغرق اور مدفون ہیں - گویا وہ صرف کتابوں کے کیڑے بن گئے ہیں - سبقوں کو طوطے کی

طرح رٹ لیتے ہیں - اُس کے نفس مضمون پر کچھ دھیان نہیں دیتے - صرف لفظوں کے حافظ اور واقعات کے بیوپاری ہیں جو اپنی طبیعتوں کے تھیلوں کو اناپ شناپ بے تمیزی کے چھوٹوں بڑوں سے بھرے ہوئے پھرتے ہیں اور اوروں کی طبیعتوں کو اسی قسم کے انگڑ کھنگڑ سے بھرنا چاہتے ہیں - یعنی اپنے اصلی خیالات اور ذاتی سوچ سمجھ کچھ بھی نہیں ہوتی - نئے نئے لفظوں سے کام لینا جانتے ہیں - مختلف واقعات اور خیالات کو بے سوچے سمجھے طوطے کی طرح بھر لیتے ہیں - اور دوسروں کے سامنے بک دیتے ہیں - ہمیں ان سب باتوں کو چھوڑ کر وہ تعلیم دینی چاہئے جس کو در اصل تعلیم کہتے ہیں - ہمیں اپنے کام میں دل و دماغ سے کام لینا چاہئے اور خصلت کی عمارت کھڑی کرنی چاہئے - اس قسم کے کام سے لوگ اس نہایت ضروری اور اہم امر کو بخوبی سمجھینگے کہ تعلیم دینا ایک نہایت ہی عمیق علم ہے - نہایت ہی اعلےٰ درجے کا فن ہے اور نہایت ہی شریف اور عمدہ پیشہ ہے"۔

پھر اگر میں ماں ہوتا - تو میں بچے کی زندگی اور نشو و نما کی مختلف حالتوں میں اسی طرح کی ہمدردی اور انسانیت کا اثر ڈالتا - میں تمام چیزوں کے ذریعے اسی قسم کا کلام اور روح اُس کے اندر پھونکتا - میں اس کے ہاتھ میں اس قسم کی کتابیں پڑھنے کے لئے دیتا - مثلاً ہِتو پدیش - کلیلہ و دمنہ - علےٰ ہذا القیاس - میں

اپنے گاؤں میں ایک انجمن ہمدردی قائم کرتا-اور اس میں اپنے اور ہمسایہ کے بچوں کو شریک کرتا اور اس طرح سے میں اپنی مصیبت کے اوقات کو اچھی طرح بسر کرنے کے لئے انسانیت اور ہمدردی کا ایک اور چھوٹا سا چشمہ کھول دیتا +

آج کل کی تعلیم میں کنڈر گارٹن یعنی بازیچۂ اطفال کے طریقے سے تعلیم دینا نہایت عمدہ اور بیش قیمت تصور کیا گیا ہے-اس تعلیم کی عمدگی یہی ہے- کہ اس میں حیوانات کے ساتھ محبت-ہمدردی اور مہربانی سے برتنے اور ان کی نگہبانی کرنے کی تعلیم برابر دی جاتی ہے- لڑکپن میں ہمدردی اور انسانیت کی تعلیم حاصل کرنے سے بچوں یا لڑکوں کی زندگی میں محبت اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی اور بعد میں وہ نہایت لائق مرد یا عورت بنینگے-کیونکہ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم اپنے ہمجنس انسان کے لئے یا بے زبان حیوانوں کے لئے جو مہربانی کا کام یا کوئی خدمت کرینگے-اُس سے اُن کی نسبت ہم کو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا-تمام زندہ مخلوق کے ساتھ اس فراخ دلی سے ہمدردی اور محبت ظاہر کرنے سے ہم کو نہایت عمدہ اور بیش بہا خوشی میسّر ہوگی اور یہ خوشی جب ایک دفعہ محسوس ہو گئی - پھر کبھی نہ جائیگی - گویا ہمیشہ کے لئے رہیگی- در اصل سب حیوانات میں ایک ہی جان ہے-اس امر کا محسوس کرنا اور کماحقہٗ طور پر سمجھنا ایک ایسا

زینہ ہے جس پر تمام دنیا آج کل جلدی سے پہنچ رہی ہے ۔ اس کے ذریعے علم اخلاق کی توسیع ہوتی ہے ۔ اور مذہب میں بھی جان پڑ جاتی ہے ۔ دنیا کے تمام مقامات میں بہت سے لوگ ۔ جن کے خیالات اور ہمدردیاں اس اعلےٰ تر مقام پر پہنچ گئی ہیں ۔ انسانی زندگی کے اس عمدہ اصول کو زیادہ ترقی دینے اور پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور لوگ بہت کچھ زر کثیر خرچ کر رہے ہیں جس کے ذریعے ہزار ہا ہمدردی اور انسانیت کی تصنیفات چھپ کر جا بجا شائع ہو رہی ہیں ۔ جانوروں کی آسائش کے لئے اصطبل اور پنجراپول بن رہے ہیں ۔ ہمدردی کی تعلیم کو فروغ دیا جا رہا ہے اور ہمدردی اور انسانیت کے اصول پھیلانے والی سوسائیٹیوں کے کام کو وسعت اور ترقی دی جا رہی ہے ٭

جو مرد اور عورت نہایت شریف اور عالی حوصلہ ہیں ۔ وہ ہرگز اس پاک ہمدردی سے خالی نہیں ہیں ۔ اور ہر ایک زندہ مخلوق کے لئے مہربانی اور حفاظت کرنے کو ہمیشہ مستعد اور تیار رہتے ہیں ۔ امریکہ کے سابق پریسیڈنٹ ابراہیم لنکن کی زندگی میں ایک چھوٹا سا واقعہ ہے ۔ جس کو میں نے چند ہی روز پیشتر ایک نہایت مفید چھوٹی سی کتاب موسومہ سونگز آوہیپی لائف یعنی خوش زندگی کے گیت جو حال میں چھپی ہے ۔ لکھا ہوا پایا ۔ یہ واقعہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :-

"اپنے پہلے زمانے کے دنوں میں جب وہ وکالت کرتے

تھے اور حکّام کے ساتھ ساتھ دورے میں جایا کرتے تھے۔
تب حسب دستور موسم بہار میں صبح کے وقت اَور وکیلوں کے
ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا
رہے تھے۔ اُن کے راستے میں ایک گھن کا جنگل تھا اور
پاس ہی راستے میں ایک کُنج یعنی ایک درختوں کا جُھنڈ تھا
جہاں پرندے خوشی سے چہچہا اور گا رہے تھے۔ یہاں پر
اُنھوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ کا چھوٹا سا بچّہ گھونسلے سے
گر پڑا ہے اور سڑک کے کنارے پھڑ پھڑا رہا ہے۔ تھوڑی
دور جانے کے بعد مسٹر لنکن ٹھیر گیا اور اس نے اپنے
گھوڑے کو موڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "ذرا ٹھیرو۔ میں ابھی
آتا ہوں"۔ اور جب وہ لوگ ٹھیر گئے اور لنکن کی حرکات
کو بغور دیکھتے رہے۔ تو اُنہوں نے دیکھا کہ لنکن اُس جگہ آیا
جہاں وہ چھوٹا سا پرندہ بے بس ہو کر زمین پر پڑا تڑپ
رہا تھا۔ لنکن نے اُس بچے کو آہستہ سے اُٹھا لیا اور نہایت
احتیاط سے گھونسلے کے پاس ایک ٹہنی پر رکھ دیا۔ جب لنکن
اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر آیا۔ تو ایک شخص نے ہنسکر
اُس سے کہا۔ "اے لنکن! تم نے کیوں ایک ذرا سی بات
کے لئے خود تکلیف اُٹھائی اور ہمیں ٹھیرایا"؟ لنکن نے اس کا
جو جواب دیا۔ وہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور اسی جواب کے
لئے میں نے یہ کہانی نقل کی ہے۔ لنکن نے کہا۔
"اے دوست! مَیں صرف یہی کہ سکتا ہوں کہ مَیں یہ کام کر کے
اپنی حالت پہلے کی نسبت بہتر محسوس کرتا ہوں"۔

اس کے علاوہ اُس کی زندگی کا ایک اَور ماجرا بیان

کرتے ہیں۔ ۱۸۵۸ء میں مقام الینوائے پر اُس کی سٹیفن اے ڈگلس سے جو بحث ہوئی تھی۔ایک موقع پر ڈگلس نے یہ کہا۔"میں اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ ان اضلاع میں بردہ فروشی کی تائید کی جائے یا اس کی تنسیخ کی جائے۔میرے لئے دونو برابر ہیں"۔یہ بات سنکر لنکن کا دل بھر آیا اور اُس نے بڑے جوش کے ساتھ یہ جواب دیا۔"مجھے یہ معلوم کرکے نہایت افسوس ہوتا ہے کہ میرے دوست جج ڈگلس کی طبیعت ایسی سخت واقع ہوئی ہے کہ جب دوسرے شخص کی پیٹھ پر چابک لگائے جائیں۔تو وہ اسے ذرا بھی نہیں محسوس کرتے"۔ اس کا مطلب ناظرین خود سمجھ لینگے÷

ایسے ہی لوگ عالی ہمت۔قوی دل اور با اقتدار کہلانے کے لائق ہیں۔وہ ہی نرم دل اور اصلی ہمدرد ہیں جو اپنے ہمجنس انسان بھائیوں اور اپنے ہمجنس مخلوق بے زبان جانوروں سے محبت کرتے ہیں۔اُن کی پرورش اور حفاظت کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔اُن کے رنج میں رنجیدہ اور اُن کی خوشی میں خوش ہوتے ہیں اور جو اس بات کو بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سب ایک بڑے کُل کے مختلف جُزو ہیں اور ایک لا محدود زندگی محبت اور طاقت کی روح اعظم کے نور کے پرتو ہیں۔اور یہ لا محدود روح سب کے پیچھے سب کے اندر اور سب کے ذریعے کام کر رہی ہے اور یہی کُل کی زندگی ہے÷

نوٹس

منشی لعل ایم اے کی ترجمہ کی ہوئی کتابیں معہ زبان۔ قیمت و پتہ ذیل میں درج ہیں۔ ان کتابوں میں نہایت عمدہ پاکیزہ اور اعلےٰ درجے کے خیالات کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں اور پڑھنے کے لائق ہیں ٭

نام کتاب	زبان ترجمہ	قیمت	ملنے کا پتہ
وصال باری	اُردو	۱۰/	رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور
روحانی عروج (حصہ اول و دوم)	"	۸/	"
تزئین الاخلاق	"	۲/۶/۲	منیجر برہمو سماج لاہور
دردرتا سے شریئے (روحانی عروج حصہ اول)	ہندی بھاشا	۳/	منشی لعل ایم۔ اے گورنمنٹ پنشنر لاہور
تصفیۃ القلب	اُردو	۶/	یا منیجر نوجوان بک ایجنسی ہانسی پنجاب

33